ہفت روزہ

44

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

یکم تا 7 ذوالحجہ 1431ھ / 9 تا 15 نومبر 2010ء

اس شمارے میں

یہ انسان دشمن حکومت!

مخلوط معاشرت کا سدباب

توبہ کی ضرورت اور اُس کے تقاضے

قربانی کی روح؟

''نشوز'' کی صورت میں زوجین کیا کریں؟

عشرۂ ذی الحجہ کے مسنون اعمال

جہالت کے فیصلے

ماں: انقلابی کارکنوں کی مشن سے وابستگی کا عکاس ناول

اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

قربانی کا اصل فلسفہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ﴾ (الحج:37)

''اللہ کونہیں پہنچتا اُن (قربانیوں) کا گوشت اور نہ اُن کا لہو لیکن اُس کو پہنچتا ہے تمہارے دل کا ادب۔''

اس (آیت) میں قربانی کا اصل فلسفہ بیان فرمایا۔ یعنی جانور کو ذبح کر کے محض گوشت کھانے کھلانے یا اس کا خون گرانے سے تم اللہ کی رضا کبھی حاصل نہیں کر سکتے۔ نہ یہ گوشت اور خون اُٹھ کر اس کی بارگاہ تک پہنچتا ہے۔ اس کے یہاں تو تمہارے دل کا تقویٰ اور ادب پہنچتا ہے کہ کیسی خوش دلی اور جوشِ محبت کے ساتھ ایک قیمتی اور نفیس چیز اس کی اجازت سے، اس کے نام پر، اس کے بیت (بیت اللہ) کے پاس لے جا کر قربان کی۔ گویا اس قربانی کے ذریعہ سے ظاہر کر دیا کہ ہم خود بھی تیری راہ میں اسی طرح قربان ہونے کے لیے تیار ہیں۔ بس یہی وہ تقویٰ ہے جس کا ذکر ﴿ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝﴾ (الحج) میں کیا گیا تھا، اور جس کی بدولت خدا کا عاشق اپنے محبوب حقیقی کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے۔

تفسیر عثمانی
مولانا شبیر احمد عثمانیؒ

سورۃ التوبہ

(آیات:52تا55)

ڈاکٹر اسرار احمد

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ؕ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖۤ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۖ٘
فَتَرَبَّصُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿۵۲﴾ قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ
تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّاۤ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَلَا
تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۵۵﴾

’’کہہ دو کہ تم ہمارے حق میں دو بھلائیوں میں سے ایک کے منتظر ہو۔اور ہم تمہارے حق میں اس بات کے منتظر ہیں کہ اللہ (یا تو) اپنے پاس سے تم پر کوئی عذاب نازل کرے یا ہمارے ہاتھوں سے (عذاب دلوائے)۔تو تم بھی انتظار کرو، ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتے ہیں۔کہہ دو کہ تم (مال) خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے، تم سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔تم نافرمان لوگ ہو۔اور ان کے خرچ (اموال) کے قبول ہونے سے کوئی چیز مانع نہیں ہوئی سوا اس کے کہ اُنہوں نے اللہ سے اور اس کے رسولؐ سے کفر کیا اور نماز کو آتے ہیں تو سست و کاہل ہو کر اور خرچ کرتے ہیں تو ناخوشی سے۔‘‘

نبی ﷺ سے فرمایا کہ ان منافقین سے کہو کہ تم ہمارے بارے میں جن چیزوں کا انتظار کر سکتے ہو وہ دو ہی ہیں اور دونوں چیزیں نہایت عمدہ ہیں۔’’حسنیٰ‘‘ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔اس کا تثنیہ حسنیین ہے، یعنی دو نہایت اچھی چیزیں۔ہمارے لیے دونوں صورتیں اچھی ہیں، تیسری ہے ہی نہیں۔ان دو چیزوں میں سے ایک یہ ہے کہ ہم سب اللہ کی راہ میں شہید ہو جائیں اور دوسری یہ کہ میدان جنگ سے کامیاب واپس لوٹیں۔ ہمارے لیے تو اِن دونوں صورتوں میں خیر ہی خیر ہے۔ پھر تم کس شے سے ہمیں ڈراتے ہو۔اگر ہمیں شہادت مل گئی تو یہ ہماری آرزو ہے ؎

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن　　　نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

اور اگر محاذ جنگ سے فاتح ہو کر لوٹے تو یہ بھی کامیابی ہے۔ بہر کیف ہمارے لیے تو ہر حال میں کامیابی ہی کامیابی ہے۔اے منافقو! ہم تمہارے بارے میں منتظر ہیں کہ اللہ تم پر اپنے پاس سے کوئی عذاب نازل کر دے یا کوئی وقت آ جائے کہ ہمیں اجازت دے دی جائے کہ ہم تمہاری گردنیں اُڑائیں تو اب تم انتظار کرو، ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہے ہیں۔

ایسے بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ میں جنگ میں جا نہیں سکتا، ہاں میں پیسے دے دیتا ہوں، یہ قبول کر لیں اور مجھے رخصت دے دیں۔فرمایا، اے نبیؐ ان سے کہہ دیجئے، تم چاہے خوشی سے خرچ کرو، چاہے مجبوری سے، تم سے مال ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، اس لیے کہ تم نافرمان لوگ ہو۔اس وقت تو نفیر عام ہے۔ جانا فرض عین ہے۔ پیسہ خود نکلنے کا بدل نہیں ہو سکتا۔

یہ لوگ جو چندہ دے رہے ہیں اس کی قبولیت میں جو چیز مانع ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کفر کیا اور وہ نماز کے لیے نہیں آتے مگر کسل مندی کے ساتھ۔اور یہ اگر مال خرچ کرتے بھی ہیں تو بے دلی کے ساتھ اور مجبور ہو کر۔وہ صرف جان بچانے کے لیے خرچ کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں ورنہ مال انہیں بہت پیارا ہے۔

اے نبیؐ اور اے مسلمانو! تم ان کے مال اور ان کی اولادوں سے دھوکہ نہ کھاؤ۔تم سمجھتے ہو کہ ان پر اللہ کی بڑی نعمتیں ہیں۔اصل بات یہ ہے کہ یہ منافق ہیں، اِس لیے مال بچا بچا کر رکھتے ہیں۔ان کو بس دنیا ہی میں مل گیا جو مل گیا۔آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انہی چیزوں کے ذریعے سے انہیں دنیا میں عذاب دے۔بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اولاد سوہان روح بن جاتی ہے۔لاڈ پیار سے پالا ہوا بیٹا باپ کا جینا دوبھر کر دیتا ہے۔اور اللہ چاہتا ہے کہ ان کی جانیں اسی کفر کی حالت میں نکلیں کہ وہ اپنی اولاد اور مال میں مگن ہوں، اپنی جائیدادوں کے حساب کتاب میں لگے رہیں، ان کی آنکھیں نہ کھلیں اور اس طرح وہ آخری عذاب کے مستحق ہو جائیں۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

بد ترین شخص کون؟

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِشَرِّ النَّاسِ مَنْزِلًا؟)) قِيْلَ: نَعَمْ، قَالَ: ((اَلَّذِيْ يُسْاَلُ بِاللّٰهِ وَلَا يُعْطِيْ بِهٖ))

(رواہ احمد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’کیا میں تمہیں بد ترین مقام والے شخص کے بارے میں خبر نہ دوں؟‘‘ آپؐ سے عرض کیا گیا، ضرور! آپؐ نے فرمایا: ’’وہ شخص جس سے اللہ کے نام پر سوال کیا جاتا ہے لیکن وہ نہیں دیتا۔‘‘

ادا ریہ
ایوب بیگ مرزا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ انسان دشمن حکومت!

اگرچہ روٹی، کپڑا، علاج اور مکان انسان کی بنیادی ضروریات ہیں، جان و جسم کا رشتہ برقرار رکھنے کے لیے انتہائی معمولی سطح پر ہی سہی لیکن ہر انسان کو کچھ نہ کچھ اہتمام کرنا پڑتا ہے، تاہم ہم نے بعض وجوہات کی بنا پر اس حوالہ سے "قلم گردی" کرنے سے گریز ہی کیا ہے۔ اس کی ہرگز وجہ یہ نہیں ہے کہ ہم ان بنیادی انسانی ضروریات کی اہمیت کو نہیں سمجھتے یا لوگوں کی یہ محرومیاں ہمیں رنجیدہ نہیں کرتیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس حوالہ سے ہمارے سیاستدان جتنی چوکڑیاں بھرتے ہیں، عام حالات میں عموماً اور انتخابات کے دنوں میں خصوصاً جو بلند بانگ دعوے کرتے ہیں اور اپنے ووٹروں کی یہ ضروریات پوری کرنے کے لیے جو شور و غوغا کرتے ہیں اور جتنے پُرکشش نعرے لگاتے ہیں، اس میں کسی اضافے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ پھر یہ کہ جب انسانی جسم کے یہ بنیادی تقاضے پورے نہیں ہوتے تو جسم چیختا چلاتا ہے اور انسان احتجاج کے لیے میدان میں نکل آتا ہے اور لڑائی جھگڑے مارکٹائی پر اُتر آتا ہے۔ ہماری کوشش زیادہ تر یہ رہی ہے کہ ہم لوگوں کو اُن کی روح کے تقاضوں کی طرف متوجہ کریں، اس کا احساس دلائیں۔ اس لیے کہ روح کے تقاضے پورے نہ ہوں تو وہ چیخ نہیں مارتی، چلاتی نہیں، بلکہ ناتواں ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں ہم اس معاشرے کے اجتماعی ضمیر کو جھنجھوڑ کر انسانوں کے بنائے ہوئے تمام نظام ہائے زندگی کو جو مصنوعی، غیر متوازن اور استحصالی ہیں، لہٰذا ظلم و جبر کی راہ ہموار کرتے ہیں، اُن کی حقیقت قارئین پر واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور انہیں اسلام کے عادلانہ نظام کی برکات اور ثمرات سے آگاہ کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ نظام چونکہ انسانوں کی دنیا اور آخرت دونوں سنوارنے کا واحد ذریعہ ہے، لہٰذا اِس کی ترغیب دی جائے، اس پر اصرار کیا جائے۔ اگر ہم اسلام کا نظامِ عدلِ اجتماعی قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو "چوپڑیاں اور دو دو" کے مصداق ہم دنیوی آسودگی بھی حاصل کر لیں گے اور ہمیشہ ہمیش کی جنت بھی ہماری منتظر ہو گی۔ لیکن دنیا اور آخرت بہرحال ایک دوسرے سے جُڑے ہوئے ہیں۔ دنیا امتحان گاہ ہے اور آخرت نتیجہ ہے۔ اگر انسان اپنی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش میں بُری طرح پس جائے، اُس کی شخصیت ہی مکمل طور پر دب کر رہ جائے اور اُس کی زندگی زرخرید غلام سے بھی بدتر ہو جائے یا اس کی انا اپنا آپ کھو دے یعنی اسے اپنا وجود بے معنی محسوس ہونے لگے، وہ عزت و توقیر کے الفاظ سے ناآشنا ہو جائے، وہ زندگی کو بمشکل گھسیٹ رہا ہو تو اس کے کان خود بخود روح کی صدا سننے کی صلاحیت بھی کھو دیں گے اور انسان ڈھور ڈنگر بن کر رہ جائے گا۔ آقائے نامدارؐ کا ایک فرمان ہے کہ فقر انسان کو کفر تک لے جاتا ہے۔

ہمارا دیس، ہمارا وطن پاکستان جس کے بارے میں کسی زمانے میں حبیب جالب نے کہا تھا ؎ نہ تیرا پاکستان ہے نہ میرا پاکستان ہے۔ یہ اس کا پاکستان ہے جو صدرِ پاکستان ہے۔ آج حقیقتاً ہم پاکستانیوں کا یہ پاکستان نہیں رہا۔ اِس کے حکمرانوں نے جمہوریت کے نام پر 18 کروڑ عوام کو غلام بنا لیا ہے، اور ان پر زندگی اِس قدر تنگ کر دی ہے کہ غریب تو غریب کہ وہ خودکشیاں کر کے اپنے تئیں زندگی کی مصیبت سے نجات حاصل کر رہے ہیں، متوسط طبقہ بھی مایوسیوں اور محرومیوں کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتا چلا جا رہا ہے۔ حکومت عوام دشمن کے روپ میں کبھی عوام پر بجلی بم، کبھی پٹرول بم اور کبھی گیس بم گرا رہی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ گورنمنٹ دن رات بڑی محنت اور مشقت سے اُن گوشوں کو تلاش کرتی رہتی ہے جو کسی قدر عوام کی آسودگی کا باعث ہوں، اُن پر ٹیکسوں کی گولہ باری کر کے آسودگی کو پریشانی اور رنجیدگی میں بدل رہی ہے۔ عجیب مذاق ہے کہ ہر تیسرے چوتھے ماہ

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 19 — شمارہ 44
یکم تا 7 ذوالحجہ 1431ھ
9 تا 15 نومبر 2010ء

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا.................. (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

حکومت کو یاد آتا ہے کہ گرانی بہت بڑھ گئی ہے لہٰذا محلہ کے پرچون فروشوں کی شامت آجاتی ہے۔ کسی پر الزام آتا ہے کہ تم نے 2 روپے زائد لیے ہیں اور کوئی ایک روپیہ زائد لینے پر مجرم گردانا جاتا ہے۔ اور خود حکومت کا حال یہ ہے کہ پٹرول کی قیمتیں دنیا بھر میں بڑی تیزی سے گر رہی ہیں لیکن حکومت 6.2 روپے فی لیٹر یعنی 27 روپے فی گیلن ایک ہی جست میں بڑھا دیتی ہے جبکہ IMF سے سودی قرضے لے کر حکومتی ارکان اور بیوروکریٹس گلچھرے اڑاتے ہیں، پھران کی ڈکٹیشن پر بجلی کے ریٹ بڑھا دیئے جاتے ہیں۔ ریفارمڈ جی ایس ٹی کا پھندا بھی عوام کی گردنوں میں ڈالا جانے والا ہے۔ علاج معالجہ انسان کی بنیادی ضرورت ہے لیکن انٹرنیشنل کمپنیوں نے دواؤں کے نرخ اتنے بڑھا دیئے ہیں کہ اچھے بھلوں کی قوت خرید سے باہر ہوگئی ہیں۔ ہمسایہ ملک میں یہ کمپنیاں وہی دوائیں انتہائی ارزاں فروخت کر رہی ہیں لیکن ہماری حکومت کے اہلکاروں نے اُن سے بھاری کمیشن وصول کر کے اُنہیں نرخ مقرر کرنے کی کھلی چھٹی دے دی ہے۔ گویا حکومت مریضوں کو خود موت کے منہ میں دھکیل دیتی ہے۔ چینی کے شرمناک فراڈ میں حکومت اور فرینڈلی اپوزیشن نے مل کر عوام کی کھال اُتاری ہے، اس لیے کہ دونوں کی چینی کی ملیں ہیں۔ اور تو اور اِن ظالموں نے حاجیوں کو نہیں بخشا اور ایسا ظلم کیا ہے کہ اپنے تو اپنے غیر بھی چیخ اُٹھے اور سعودی شہزادے نے سپریم کورٹ کو خط لکھ دیا ہے۔ سچ بات کہنے میں کوئی باک نہیں ہونا چاہیے۔ یہ حکومت انسان دشمنی کا مظاہرہ کر رہی ہے۔

یہ بات درست ہے کہ پاکستان کو ماضی میں بھی دیانت دار قیادت شاذ ہی نصیب ہوئی ہو۔ قائداعظم اور لیاقت علی خان کے بعد بدعنوانی ملک میں جڑ پکڑتی چلی گئی، لیکن جس انداز، جس معیار، جس لیول اور جس انتہا کی کرپشن اس وقت مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ہو رہی ہے وہ یقیناً بے نظیر ہے۔ پھر یہ کہ کرپشن کے انکشاف پر جس بے شرمی اور ڈھٹائی کا مظاہرہ اعلیٰ ترین قیادت سے لے کر عام وزیر اور مشیر کرتے ہیں، جس طرح عہدوں پر چمٹے رہتے ہیں، وہ وہاں بھی نہیں ہوتا ہوگا جہاں کرپشن پاکستان سے زیادہ ہے۔ ایک اور نظیر اس حکومت نے قائم کی ہے۔ سابقہ بدعنوان حکومتوں کا یہ طرز عمل تھا کہ اگر اُن کے کسی لاڈلے پر کرپشن کا الزام لگتا تو وہ ایک دو جھوٹے سچے بیان دیتے، تحقیقات کا ڈرامہ رچاتے اور اس شخص کو عوام کی نظروں سے اوجھل کرنے کے لیے پچھلی صفوں میں دھکیل دیتے، اس پر عنایات اور انعامات کرتے بھی تو یہ سب کچھ انڈر ہینڈ ہوتا، جبکہ موجودہ حکومت کے کسی کارندے پر اگر کوئی کرپشن کا الزام لگتا ہے تو وہ اسے کسی بڑے عہدے سے نواز دیتی ہے۔ اُسے کوئی قومی ایوارڈ دے دیا جاتا ہے۔ بڑے بوڑھے ایسی باتوں کو قیامت کی نشانیاں بتایا کرتے تھے۔ خوفناک زلزلے، صدی کا بدترین سیلاب اور دہشت گردی یقیناً اللہ کے عذاب میں سے ہیں، لیکن قارئین کرام یہ حکمران جو اس وقت ہم پر مسلط ہیں، یقیناً یہ اللہ کے عذاب کی بدترین شکل ہے۔ لیکن یہ ہم پر کیوں مسلط ہوگئے۔ سیدھی سی بات ہے آقائے نامدار نے ارشاد فرمایا: ((اعمالکم عمالکم)) ”یعنی تمہارے اعمال ہی تم پر حکمران ہوتے ہیں۔“ جیسا دودھ ہوگا، ویسی ہی بالائی آئے گی۔ جیسا راجا ویسی پرجا۔ اصلاح وفلاح کے لیے فرد کو تبدیل ہونا ہوگا۔ خود میں تبدیلی لانے والوں کی اجتماعی کوششوں سے معاشرے کو تبدیل کرنا ہوگا۔ پھر آپ کی حکومت پر آسمانوں میں ناز ہوگا۔

بیانیہ مجلس اسرار

مخلوط معاشرت کا سد باب

اسلام کے سماجی نظام میں عورتوں اور مردوں کا دائرہ کار علیحدہ اور جدا ہے۔ عورتوں کا جسمانی نظام بھی مردوں سے مختلف ہے اور نفسیاتی ساخت بھی جدا ہے، لہٰذا دونوں اصناف کی ذمہ داریاں جدا ہیں۔ حال کا معاملہ مردوں کے حوالے اور قوم کا مستقبل عورتوں کے حوالے ہے، کیونکہ نئی نسل کی پرورش اور تربیت ہی تو مستقبل ہے۔ عورت کے لیے حمل کا زمانہ، بچے کو دودھ پلانے کا عرصہ اور پھر اس کی نگہداشت، کیا یہ سب کچھ غیر اہم اور غیر پیداواری کام ہیں کہ اسے شمع محفل بنائے بغیر چارہ نہیں۔ اقبال نے کہا تھا ؎

بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری

اے مسلمان خاتون! تو اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جیسا کردار اختیار کرلے تو تیری گود میں حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جیسے پھول کھلیں گے۔ چنانچہ ہمیں ایسی خواتین درکار ہیں، ایسی ماؤں کی ضرورت ہے، ایسی بہنوں کی ضرورت ہے، ایسی ہی بیویوں کی ضرورت ہے۔ ہمیں ہرجائی خواتین کی کوئی ضرورت نہیں۔ نظام خلافت میں خواتین اور مردوں کے دائرہ ہائے کار علیحدہ علیحدہ ہوں گے، اس لیے کہ یہ آگ اور پانی کا میل ہے۔ ہمیں مخلوط معاشرت کا مکمل خاتمہ کرنا ہوگا۔ سکولوں سے لے کر یونیورسٹی تک ہر جگہ تعلیمی ادارے الگ الگ ہوں۔ خواتین کے تعلیمی اداروں میں خواتین ہی پڑھنے والی ہوں اور خواتین ہی پڑھانے والی، اور دوسرا تمام عملہ بھی خواتین ہی پر مشتمل ہو۔ اسی طرح کا معاملہ ہسپتالوں کا بھی ہے۔ عورتوں کے ہسپتال میں خواتین ہی نرسیں ہوں، خواتین ہی ڈاکٹر ہوں اور خواتین ہی ملازم ہوں، جبکہ مردوں کے ہسپتالوں میں مرد ڈاکٹر اور نرسیں (Male Nurses) ہوں۔ اسی طرح کا معاملہ صنعتی اداروں میں بھی اختیار کیا جاسکتا ہے۔ اگر ارادہ ہو، ایمان ہو اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی دی ہوئی تعلیم پر یقین کامل ہو تو ہر شے ممکن ہے، ہر مسئلہ حل کیا جاسکتا ہے۔

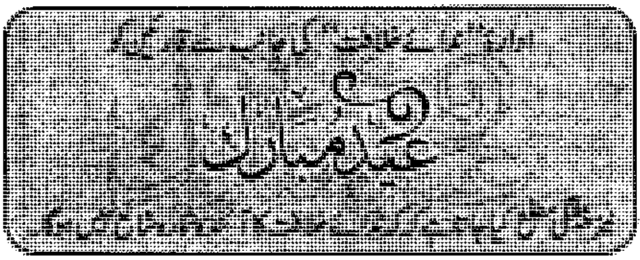

اجتماعی توبہ کی ضرورت اور اُس کے تقاضے

29 اکتوبر 2010ء کو مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں
امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** صاحب کا خطابِ جمعہ

[آیاتِ قرآنی کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے گزشتہ چند دنوں سے ''توبہ کی پکار'' کے حوالے سے ہفت روزہ مہم چلائی جا رہی ہے، جس کا آج آخری دن ہے۔ اس مہم کے ذریعے مسلمانانِ پاکستان کو منادی کی گئی ہے کہ وہ دین و شریعت سے انحراف اور بغاوت و سرکشی کی زندگی سے توبہ کر کے اُس صراطِ مستقیم کو اختیار کریں، جو اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ یہی ہمارے مسائل کا حل اور یہی نجات کی واحد صورت ہے۔ آج کے خطابِ جمعہ میں مجھے اسی حوالے سے ''اجتماعی توبہ کی ضرورت اور اُس کے تقاضے'' کے موضوع پر گفتگو کرنی ہے۔

برادرانِ اسلام! غلطی اور گناہ انسان کا خاصہ ہے۔ توبہ اس کے ازالے کی صورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں توبہ کا حکم دیا ہے۔ سورۃ النور میں فرمایا:

﴿وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (31)﴾ (النور)

''اور مومنو، سب اللہ کے آگے توبہ کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ''

سورۃ التحریم میں توبہ کا حکم بایں الفاظ دیا گیا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا﴾ (آیت:8)

''مومنو، اللہ کے آگے صاف دل سے توبہ کرو۔''

یہاں توبہ کے حکم کے ساتھ یہ بات بھی واضح فرما دی کہ توبہ محض نام کی حد تک نہ ہو، بلکہ سچی توبہ ہو۔ یہ کھوٹ اور بدنیتی سے پاک اور خالص ہو۔ یہ نہ ہو کہ آدمی کہے کہ میں توبہ کر رہا ہوں، مگر گناہ کو چھوڑ نہیں سکتا۔ اگر ایسا ہے تو یہ توبہ نہیں ہے۔

توبہ کا مفہوم کیا ہے؟ توبہ کے معانی پلٹنے اور لوٹ آنے کے ہیں۔ آپ غلط رُخ پر جا رہے تھے کہ آپ کو احساس ہوا اور وہاں سے مڑ گئے، یوٹرن لیا اور صحیح راستے پر لوٹ آئے تو یہ توبہ ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ آدمی اپنی غلطی، گناہ اور معصیت پر تہہ دل سے نادم و پشیمان ہو، اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اُس کی معافی مانگے اور استغفار کرے کہ اے اللہ! میں خطا کار ہوں، مجھ سے گناہ ہوگیا ہے، تیری نافرمانی ہوئی ہے، تُو معاف کرنے والا ہے، مجھے معاف فرما دے۔

پلٹنے اور رجوع کرنے کے مفہوم میں یہ بھی شامل ہے کہ گویا کوئی راستہ تھا جس سے آپ ''ڈی ٹریک'' ہو گئے۔ اور یہ راستہ اللہ کو اپنا رب ماننے اور اُس کی بندگی کا راستہ ہے، جس پر چلنے کا عہد انسان نے اللہ تعالیٰ سے کر رکھا ہے۔ اِس عہد کو عہدِ الست کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عالمِ ارواح میں ہماری روحوں سے یہ سوال کیا تھا کہ ''اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ'' یعنی کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ ''قَالُوْا بَلٰى'' ارواح نے جواب دیا تھا کیوں نہیں۔'' یعنی اے پروردگار! تو ہی ہمارا رب ہے، تو ہی ہمارا مالک ہے، تو ہی ہمارا معبود ہے۔ اب اگر ہم راہِ بندگی سے انحراف کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ''ڈی ٹریک'' ہو کر غلط راستے پر چل رہے ہیں۔ ضرورت اِس بات کی ہے کہ ہم غلط راہ کو چھوڑ کر اصل راستے پر لوٹ آئیں۔

توبہ تمام انسانوں کی ضرورت ہے۔ چاہیے کہ غیر مسلم بھی توبہ کریں۔ اُن کی توبہ کا پہلا قدم یہ ہوگا کہ اللہ کی توحید کا اقرار کریں، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو مانیں، اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی کامل ہدایت قرآن حکیم پر ایمان لائیں، جس میں بندگی کی صراطِ مستقیم کی جانب رہنمائی کی گئی ہے۔ ہر مسلمان بھی توبہ کا شدید محتاج ہے۔ اِس لئے کہ ہم مسلمانوں نے نہ صرف عالمِ ارواح میں اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کر رکھا ہے کہ تجھے ہی اپنا رب مانیں گے، بلکہ دنیا میں بھی ہم پانچ وقت یہ وعدہ دہراتے رہتے ہیں کہ ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ یعنی ''ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں (کریں گے) اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں (مانگیں گے)''۔ مگر اِس وعدہ کے باوجود ہم سے عہدِ بندگی کو پورا کرنے میں کوتاہی ہو جاتی ہے، گناہوں کا صدور ہو جاتا ہے، جو چیزیں اللہ نے لازم کی ہیں، اُن کی ادائیگی میں کمی رہ جاتی ہے اور جن چیزوں سے اُس نے روکا ہے، اُن سے رکنے کا تقاضا پورا نہیں ہوتا۔ چنانچہ ہمارے لیے انتہائی ضروری ہے کہ اپنی غلطی اور گناہ پر نادم ہو کر اللہ کی طرف رجوع کریں اور اُس سے مغفرت مانگیں۔ ایسا نہیں ہے کہ چونکہ ہم ایمان لے آئے ہیں، لہٰذا اب ہمیں توبہ کی ضرورت نہیں ہے۔

منافقین کا معاملہ یہ تھا کہ وہ ایمان کا دعویٰ و اقرار تو بڑے زور شور سے کرتے تھے، مگر نبی اکرم ﷺ کی اطاعت انہیں گوارا نہ تھی۔ آج ہم اپنی زندگی کا جائزہ لیں تو بحیثیت مجموعی یہی دکھائی دے گا کہ ہم حد درجہ ڈھٹائی کے ساتھ اللہ کے احکامات کی خلاف ورزی کر رہے اور شریعت کی تعلیمات کو پاؤں تلے روند رہے ہیں۔ یاد رکھئے! اگر ہم نے اپنے طرزِ عمل کی اصلاح اور اللہ کے حضور سچی توبہ نہ کی تو بالآخر ہمارے گناہوں کا وبال ہمیں جہنم میں لے جانے کا باعث بن جائے گا۔ (اعاذنا اللہ من ذٰلک)۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ صحابہؓ سے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا، مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہوں اور نہ مال متاع۔ آپؐ نے فرمایا: میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکوٰۃ لے کر آئے گا، مگر اس نے کسی کو برا بھلا کہا ہوگا، کسی پر الزام لگایا ہوگا، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون گرایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا۔ پھر ان میں سے ہر ایک کو حق تلف کرنے والے کی نیکیاں دی جائیں گی۔ پھر

جب اُس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور ابھی اس پر حق باقی ہوں گے تو پھر (حقدار) لوگوں کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔ پھر اُسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔'' (رواہ مسلم)

توبہ ہم سب کی ضرورت ہے' مگر افسوس کہ ہمیں اس کا احساس ہی نہیں۔ ہم مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد کا حال یہ ہے کہ پوری زندگی سرکشی اور بغاوت میں گزار دیتے ہیں اور پروا ہی نہیں ہوتی کہ اللہ کا حکم کیا ہے' رسول ﷺ کی سنت کیا ہے' حلال کیا ہے' حرام کیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ٹھیک ہے نماز فرض ہے' مگر ہمارے پاس وقت نہیں' کیونکہ ہماری مصروفیات ایسی ہیں کہ ہم پڑھ نہیں سکتے۔ اِسی طرح سود اور رشوت خوری حرام ہے' لیکن کیا کیا جائے' اِس کے بغیر گزارا نہیں ہے۔ اس طرزِ فکر و عمل سے عیاں ہے کہ ہم کھلم کھلا شیطان کے راستے پر چلتے ہیں اور جان بوجھ کر اور ڈھٹائی کے ساتھ چلتے ہیں۔ ساری زندگی برائیاں کرتے ہیں اور اِس انتظار میں ہوتے ہیں کہ آخری عمر میں توبہ کر لیں گے۔ ایسے لوگوں کو توبہ کی توفیق نہیں ملتی' اور آخر وقت اگر توبہ کرنا بھی چاہیں تو توبہ قبول نہیں کی جاتی۔ ایسے لوگوں کی توبہ کی بابت قرآن حکیم میں فرمایا گیا: (ترجمہ) ''اور ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو (ساری عمر) بُرے کام کرتے رہے یہاں تک کہ جب اُن میں سے کسی کی موت آ موجود ہو تو اس وقت کہنے لگے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں اور نہ اُن کی (توبہ قبول ہوتی ہے) جو کفر کی حالت میں مریں۔ ایسے لوگوں کے لئے ہم نے عذاب الیم تیار کر رکھا ہے۔'' (النساء:18)

ہاں وہ لوگ کہ جو شعوری طور پر صراطِ مستقیم پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں' دینی تقاضوں کو پورا کرنے اور حرام امور سے اجتناب کی سعی کرتے ہیں' لیکن کسی غفلت میں' جذبات کی رو میں بہہ کر یا کسی تساہل کی بنا پر اُن سے کبھی کوئی کمی کوتاہی ہو جاتی ہے' فرض کی ادائیگی میں کمی رہ جاتی ہے' کسی گناہ کا صدور ہو جاتا ہے' کہ انسان کے ساتھ نفس امارہ ہے' شیطان ہے جو بہکاتا رہتا ہے۔ ایسے لوگ اگر کوئی غلطی یا نافرمانی کا ارتکاب کر بیٹھیں' مگر پھر فوراً پلٹ آئیں' گڑگڑا کر اللہ کے حضور توبہ کریں تو اُن کی توبہ کو قبول کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کیا ہے۔ فرمایا: ''اللہ اُنہیں لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو نادانی سے بری حرکت کر بیٹھتے ہیں' پھر جلد توبہ کر لیتے ہیں۔ پس ایسے لوگوں پر اللہ مہربانی کرتا ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔'' (النساء:17)

اہل ایمان کو توبہ کرتے رہنا چاہیے، تاکہ اللہ انہیں معاف فرمائے، اور اُن کا دامن گناہوں کی آلودگی سے پاک صاف ہو جائے، کیونکہ توبہ گناہوں کو دھو ڈالتی ہے۔ سورۃ التوبہ میں مومنوں کے چند اوصاف بیان ہوئے ہیں۔ اِن اوصاف کے تذکرے سے پہلے اُس بیع کا ذکر ہے جو اللہ اور مومنوں کے درمیان ہوئی ہے۔ فرمایا ''اللہ نے مومنوں سے اُن کی جانیں اور اُن کے اموال خرید لیے ہیں اور اس کے عوض میں اُن کے لیے بہشت (تیار کی) ہے۔ یہ لوگ اللہ کی راہ (یعنی دین حق کے غلبہ و اقامت کے لیے) لڑتے ہیں تو مارتے بھی ہیں اور مارے بھی جاتے ہیں۔'' اور پھر مومنوں کے اوصاف کے تذکرہ میں پہلی بات ہی یہ بیان فرمائی کہ وہ کثرت سے توبہ کرنے والے (التائبون) ہیں۔ بندگی کی شاہراہ پر چلتے ہوئے اگر کہیں اُن سے کوتاہی ہو جائے، تو وہ فوراً اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

ہم پورے شعور کے ساتھ یہ سمجھتے ہیں کہ اہل پاکستان کو اس وقت اجتماعی توبہ کی اشد ضرورت ہے۔ ہم اس وقت اپنی تاریخ کے بدترین دور سے گزر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہم سے روٹھ چکی ہے اور اُس کی جانب سے مختلف نوع کے عذابوں نے ہمیں گھیر رکھا ہے۔ خارجی سطح پر بھی ہمارے گرد شکنجہ کسا جا رہا ہے۔ اس کا اصل اور بنیادی سبب دین اسلام سے روگردانی ہے۔ اسلام سے انحراف اور شریعت سے بے وفائی اور غداری کا نتیجہ یہ ہے کہ قمری اعتبار سے ہماری آزادی کو چھیاسٹھ برس ہونے کے باوجود آج ہماری آزادی شدید خطرے سے دوچار ہے۔ آزادی کے بیشتر حصے سے عملاً ہم محروم ہو چکے ہیں اور رہی سہی آزادی بھی ہمارے ہاتھوں سے نکل رہی ہے۔ امریکہ جس طرح ہمیں اپنی ڈکٹیشن پر چلا رہا ہے، اُسے دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ ہم آزاد اور خودمختار قوم ہیں۔ وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی بڑے فخر سے یہ کہتے ہیں کہ ''پہلے امریکہ کی مانتے تھے اور اب امریکہ سے منواتے ہیں۔'' اس منوانے کی حقیقت اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ہم پورے طور پر امریکہ کے تابع ہو گئے ہیں اور معاملہ ''من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی'' کا سا ہو گیا ہے۔ ظاہر ہے، جب ہم یہ سمجھنے

پریس ریلیز: 29 اکتوبر 2010ء

حافظ عاکف سعید

نفاذِ اسلام سے پہلوتہی اور امارت اسلامی افغانستان کے خاتمے میں امریکہ کا ساتھ دے کر ہم بدترین عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں

قوم گناہوں پر توبہ کرے اور اپنی ذات پر اور ملک میں شریعت کے نفاذ کے لیے جدوجہد کرے

نفاذِ اسلام سے پہلوتہی اور امارت اسلامی افغانستان کی تباہی میں امریکہ کا ہاتھ بٹا کر ہم بدترین عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے تنظیم اسلامی کی ''توبہ کی پکار'' کے اختتامی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم نے مملکت خداداد پاکستان میں شریعت کا نفاذ نہ کر کے اپنے اس وعدہ سے انحراف کیا ہے جو قیام پاکستان کے وقت اللہ سے کیا تھا۔ اُنہوں نے کہا کہ اس حوالہ سے اگرچہ بڑے مجرم تو سیاسی، فوجی حکمران اور ایلیٹ طبقہ ہے لیکن عوامی سطح پر بھی لوگوں کی توجہ دنیا سمیٹنے اور نفس کی خواہش کی تکمیل پر رہی۔ اُنہوں نے کہا کہ مومن تو وہ ہے جو اپنی جان اور مال آخرت کے بدلے اللہ کے ہاتھ فروخت کر دے لیکن ہم نے ذاتی مفاد اور دنیوی مراعات کے حصول کے لیے جدوجہد بھی کی اور حکمرانوں کے خلاف احتجاج بھی کیا لیکن کبھی اسلام کے عادلانہ اور شریعت کے نفاذ کے لیے میدان میں نہیں نکلے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے اللہ کے دامن میں پناہ نہ لی جس کے نتیجے میں دشمن ہمارے خلاف اپنا گھیرا تنگ کرتا رہا۔ آج داخلی اور خارجی لحاظ سے حالات اتنے دگرگوں ہو گئے ہیں کہ پاکستان کی سلامتی ایک سوالیہ نشان بن گئی۔ اُنہوں نے کہا کہ جس امریکہ پر ہم نے تکیہ کیا تھا وہ سب سے بڑا دشمن بن کر سامنے آیا ہے اور پاکستان کے حصے بخرے کرنے کی منصوبہ بندی کر رہا ہے۔ اُنہوں نے زور دے کر کہا کہ اب بھی وقت ہے ہم انفرادی اور اجتماعی سطح پر توبہ کریں۔ اللہ کی طرف رجوع کریں اپنی ذات، معاشرہ اور ریاست میں اللہ اور رسول ﷺ کی عطا کردہ شریعت کو نافذ کریں۔ اللہ رحیم و کریم ہے اب بھی ہماری مدد کرے گا اور ہم دشمنوں کے مذموم عزائم ناکام بنا سکیں گے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

لگے ہیں کہ امریکہ کی "Do more" ہمارے ہی فائدے کے لیے ہے، اُس کی بات ہمارے دل کی آواز ہے تو پھر ''منوانے'' کی بات ہی بے معنی ہو جاتی ہے۔ بتایا جائے کہ ہم نے آج تک امریکہ سے کون سی بات منوائی ہے۔ ہم قوم کی ایک مظلوم اور بے قصور مسلمان بیٹی عافیہ صدیقی کو بھی امریکہ کے چنگل سے رہائی نہیں دلا سکے، تو اور کیا بات منوا سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم منوانے والے نہیں، بلکہ ''تسلیم'' میں آخری درجے کو پہنچ جانے والے ہیں۔ امریکہ کی غلامی میں ہم انتہاؤں کو چھو رہے ہیں۔ ہم پہلے تو اُس کا بالواسطہ ساتھ دے رہے تھے، اب لگتا ہے، براہ راست اس کی جنگ میں کود پڑنے کو تیار ہو گئے ہیں۔ شمالی وزیرستان میں امریکہ کے فوجی آپریشن کے مطالبہ پر یہ کہنا کہ ہم اپنے مفاد میں فوجی آپریشن کریں گے، سے واضح ہے کہ امریکی ڈکٹیشن پر اب طالبان کے خلاف براہ راست آپریشن ہوگا اور ہمارے حکمران اپنے ''گرو'' پرویز مشرف کی طرح کہہ دیں گے کہ یہ ہم اپنے مفاد میں کر رہے ہیں، ہم اپنی جنگ لڑ رہے ہیں۔ یہ تو ہماری آزادی کا عالم ہے۔ امن و امان کی صورتحال بھی تشویش کی آخری حدیں عبور کر رہی ہے۔ کراچی لاقانونیت اور قتل و غارت سے لہولہان ہو چکا ہے۔ معاشی بحران اور خوفناک مہنگائی نے عام آدمی کا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ اُدھر صوبہ بلوچستان میں مرکز گریز رجحانات زور پکڑ رہے ہیں۔ امریکہ بلوچستان کو علیحدہ کرنے کی پوری پلاننگ کر چکا ہے۔ اُسے کسی صورت میں پاکستان کا وجود گوارا نہیں۔ وہ پاکستان کے حصے بخرے کرنے پر تلا ہوا ہے۔ غور کیجیے، نائن الیون کے بعد ہم نے امریکہ کا ساتھ اس نامعقول منطق کی بنیاد پر دیا تھا کہ اس طرح ہم بچ جائیں گے، اور اگر ساتھ نہ دیں گے تو امریکہ جو بڑی قوت ہے، ہمارا تورا بورا بنا دے گا، مگر وقت نے یہ بات اس کے برعکس ثابت کی ہے۔ ساتھ نہ دینے سے شاید وہ تباہی نہ آتی، جو ساتھ دینے سے آئی ہے۔ اس وقت پورا ملک داخلی استحکام، سالمیت اور بقا کے اعتبار سے لرز رہا ہے، اور ایسا لگتا ہے کہ ہمارے بچاؤ کی بظاہر کوئی بھی صورت نہیں۔ اب بھی وقت ہے کہ ہم جاگ جائیں۔ اگر ہم زبوں حالی سے نجات چاہتے ہیں تو ہمارے سامنے ایک ہی راستہ ہے، جسے اختیار کر کے ہم بچ سکتے ہیں، اور وہ راستہ اجتماعی توبہ کا ہے۔ ہم قرآن حکیم پر ایمان رکھتے ہیں، ہمیں اُس کی روشنی میں اس بات کا جائزہ لینا چاہیے کہ ہماری اس زبوں حالی اور شکست و ریخت کی اصل وجہ کیا ہے۔ محض حکمرانوں کو موردِ الزام ٹھہرا دینے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا، ہمیں بحیثیت قوم اپنے طرزِ فکر و عمل کا جائزہ لینا اور اپنی غلطیوں کی اصلاح کرنی ہوگی۔

قرآن حکیم کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب ایک مسلمان قوم جو زمین پر اللہ کی نمائندہ ہوتی ہے، اللہ کے دین سے غداری کرے تو اِسے دنیا میں بھی سزا دے کر دوسروں کی آنکھیں کھولنے کا ذریعہ بنا دیا جاتا ہے۔ قوموں کو اُن کے اجتماعی جرائم پر معاف نہیں کیا جاتا، بلکہ سزا دی جاتی ہے۔ انہیں شریعت سے غداری پر ذلت و رسوائی کا مزہ چکھایا جاتا ہے۔ بقول اقبال ؎

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف!

پھر یہ کہ جو قوم اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرے سورۃ النحل (آیت 112) کے مطابق اُس پر بھوک اور خوف کا عذاب مسلط کر دیا جاتا ہے۔ آج ہم اللہ کے انہی عذابوں کی لپیٹ میں ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ جن جرائم کی سزا ہم بھگت رہے ہیں، ان سے سچی توبہ کریں اور توبہ کے تقاضے پورے کریں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے تو ہم نے داخلی طور پر اللہ کے دین سے بے وفائی اور غداری کی ہے۔ اس کے لیے علامہ اقبال کے چند اشعار پیش کرتا ہوں۔ قرآن حکیم سے بے اعتنائی کے متعلق علامہ فرماتے ہیں:

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

اور ترکِ قرآن کا ثبوت ہماری غیر اسلامی معاشرت اور معیشت ہے۔ فرماتے ہیں ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

شادی بیاہ کے موقعوں پر اسراف و تبذیر اور بے شرمی کی جس انتہا تک ہم پہنچ گئے ہیں، علامہ اقبال کے دور میں اس کا تصور بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ کیا یہ بے غیرتی کی انتہا نہیں ہے کہ جس کمرے میں دلہن تیار ہو رہی ہوتی ہے، اُس کی بھی ویڈیو بنائی جاتی ہے۔ ہماری شادی بیاہ کی تقریبات میں بے پردگی اور بے حجابی کے ماحول میں مرد و زن کا آزادانہ میل جول، ستر و حجاب اور شرم و حیا کی اسلامی تعلیمات کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے، مگر اس سیلابِ بلاخیز کے آگے کوئی بھی بند باندھنے کو تیار نہیں۔

پھر دیکھیے، قرآن حکیم نے ہمیں مل کر اللہ کی رسی کو تھامنے کا حکم دیا اور فرقہ بندی سے منع کیا ہے، جبکہ ہمارا حال بقول اقبال یہ ہے کہ

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

ہمارے دشمن مزاروں پر حملے کرا رہے ہیں۔ امریکہ نے ہمارے بعض لیڈروں کو اس مقصد کے لیے پیسے دیئے ہیں، تاکہ دیوبندی، بریلوی مناقشت اور تصادم برپا کیا جا سکے۔ افسوس کہ ہمیں اس کا شعور ہی نہیں۔

دین و شریعت سے بے وفائی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ آزادی کے بعد طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود ہم نے اسلام کا نظامِ عدل ملک میں نافذ نہیں کیا۔ ملک میں 97فی صد مسلمان ہیں، مگر پھر بھی ہم انگریز کے چھوڑے گئے فرسودہ نظام کو اب تک گلے سے لگائے ہوئے ہیں۔ حالانکہ یہ ملک ہم نے نفاذ اسلام کے وعدے اور نعرے پر حاصل کیا تھا۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ نفاذِ اسلام سے روگردانی کو ہم کوئی گناہ سمجھتے ہی نہیں۔ اِسے کوئی مسئلہ ہی نہیں سمجھا جاتا۔ لوگ پاکستان کا اصل مسئلہ نفاذِ شریعت کی بجائے توانائی کے بحران اور لوڈ شیڈنگ کو قرار دیتے ہیں ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

ہم نے نہ صرف شریعت نافذ نہیں کی، بلکہ اس کے راستے میں رکاوٹ بن کر کھڑے ہیں اور زبانِ حال سے یہ کہہ رہے ہیں کہ خدایا، اگرچہ تو نے ہمیں ایک نظامِ حیات دیا ہے، مگر ہم اِس ملک میں تیرا نظام نافذ نہیں کرنا چاہتے۔ ہمیں تو انگریز کا نظام عزیز ہے، ہم اُسی کو یہاں پروموٹ کریں گے، چاہے یہ عدل و انصاف سے یکسر خالی ہی کیوں نہ ہو۔

شریعت سے غداری کا ایک اور مظہر یہ ہے کہ ہم نے برادر کی سرزمین افغانستان میں طالبان کی اسلامی حکومت کے خاتمے کے سنگین جرم میں امریکہ کا ساتھ دیا۔ دنیا بھر کی ابلیسی قوتیں نوزائیدہ اسلامی حکومت کو گرانے کے لیے افغانستان پر حملہ آور ہوئیں تو اس شیطانی کام میں ہم نے بنیادی کردار ادا کیا۔ ہم امریکہ کے فرنٹ لائن اتحادی بنے، اُسے لاجسٹک سپورٹ فراہم کی اور اس کام کے عوض اُس سے شاباش بھی وصول کی اور ڈالر بھی حاصل کیے۔ اتنے بڑے جرائم کے مرتکب ہونے کے باوجود اگر اب تک ہم پر بڑا عذاب نہیں آیا تو اِسے غنیمت جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں مہلت دے رہا ہے، اور چھوٹے چھوٹے عذابات کے ذریعے ہمیں جھنجھوڑ رہا ہے، تاکہ ہم باز آ جائیں۔ (جاری ہے)

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

قربانی کی روح

سمع وطاعت، تسلیم ورضا، ایثار وقربانی، وفا شعاری اور جاں نثاری

فرید اللہ مروت

عید قربان آ رہی ہے۔ عید کے دن اور اس کے بعد بھی دو دن مسلمان قربانی دیتے رہیں گے۔ مناسک اسلام میں قربانی کا لفظ اس جانور پر بولا جاتا ہے جو 10 ذوالحجہ کو عید الاضحیٰ کی نماز پڑھنے کے بعد قربانی کے دنوں (ایام تشریق) میں ذبح کیا جاتا ہے۔ جملہ عبادات کی طرح قربانی بھی عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ کے لیے ہونی چاہیے۔ غیر اللہ کے لیے عبادت شرک ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٢﴾﴾ (الانعام)

”آپ فرما دیجیے کہ بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جو رب العالمین ہے۔“

”قربانی“ کا لفظ جتنی بار ہماری زبان پر آتا ہے شاید ہی کوئی دوسرا لفظ زبان پر آتا ہو، لیکن ہمارے اندر قربانی کی جتنی کمی آج ہے شاید ہی پہلے کبھی ہوئی ہو۔ دین اسلام کا بنظرِ غائر مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی اصل روح یہی ہے کہ انسان اپنا سب کچھ خالق کے تابع کر دے مگر ہم جو روح قربانی سے نا آشنا ہیں، تمام شعبہ ہائے زندگی میں قربانی سے پہلو تہی کرتے ہیں۔

10 ذوالحجہ کو جانور ذبح کرنا یقیناً سنت ابراہیمی کا ادا کرنا ہے لیکن کیا محض جانور ذبح کر دینے سے ہم نے سنت ابراہیمی کا حق ادا کر دیا۔ اس کا جواب یقیناً نفی میں ہے۔ یہ قربانی کا بڑا ہی عامیانہ سطحی تصور ہوگا۔ قربانی کا مطلب دین وملت کے مفاد میں اپنی رائے سے تنازل، شعائر اسلام پر کاربند رہنا، اسلام اور مسلمانوں کو درپیش خطرات کے مقابلے میں تگ و دو کرنا، اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی، ہوائے نفس کو چھوڑ کر قرآن وحدیث میں بیان کردہ احکامات اور اصولوں کی پابندی وغیرہ سب قربانی کے زمرے میں آتا ہے۔ بقول سید سلیمان ندویؒ یہ قربانی کیا تھی؟ ”یہ محض خون اور گوشت کی قربانی نہ تھی بلکہ روح اور دل کی قربانی تھی۔ یہ اللہ کی راہ میں ماسویٰ اللہ اور غیر کی محبت کی قربانی تھی۔ یہ اپنی عزیز ترین متاع کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرنے کی نذر تھی۔ یہ اللہ کی اطاعت، عبودیت اور کامل زندگی کا بے مثال مظہر تھا۔ یہ تسلیم ورضا اور صبر وشکر کا وہ امتحان تھا جس کو پورا کیے بغیر دنیا کی پیشوائی نہیں مل سکتی تھی۔ یہ باپ کا اپنے اکلوتے بیٹے کے خون سے زمین کو رنگین کر دینا نہ تھا بلکہ اللہ کے سامنے اپنے تمام جذبات، احساسات، خواہشات، تمناؤں اور آرزوؤں کی قربانی اور اللہ کے حکم کے سامنے اپنے ہر قسم کے ارادے اور مرضی کو معدوم کر دینا تھا۔“ (”فلسفۂ عید قربان“ از پروفیسر حافظ محمد فاروق)

ذرا حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کی قربانیوں پر نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ توحید رب العالمین کی خاطر کیسے کیسے رشتوں کو توڑ کر اور قربانی کی کیسی کیسی انمول مثالیں قائم کر کے مقام خُلّت پر یکہ وتنہا نظر آتے ہیں۔

رشتۂ پدری کی قربانی
قوم وبرادری کی قربانی
قومی معبودوں کی قربانی اور سب سے بڑھ کر
جان کی قربانی

ایثار وقربانی کے اس تسلسل پر غور کرو اور دیکھو کہ ان تمام علائق کو جو انسان اپنے پاس رکھتا ہے، کوئی بھی علاقہ ایسا ہے کہ حنیف کامل اور موحد اعظم نے اللہ کی رضا کے حصول کے لیے نہ توڑ دیا ہو۔ جب خون، نسل، قومیت اور وطنیت کے تمام رشتے کٹ چکے اور ہجرت کر کے ایسی سرزمین پر آ پہنچے جہاں اسباب وذرائع مفقود تھے لیکن معیت الٰہی کی نصیحت سے مالا مال تھے۔ دل میں اولاد کی خواہش پیدا ہوئی اور دعا کی۔

﴿رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٠٠﴾﴾ (الصّٰفّٰت)

”اے پروردگار! مجھے (اولاد) عطا فرما (جو) سعادت مندوں میں سے ہو۔“

اس دعا میں امت مسلمہ کی پیدائش کا سروسامان پوشیدہ تھا۔ قضاء وقدر کے نوشتوں میں پہلے سے یہ طے ہو چکا تھا کہ اس موحد کامل کے ذریعے سے نبی آخر الزماں ﷺ اور ان کی امت کا ظہور ہو۔ لہٰذا اس خلاق علیم نے اپنے بندے ابراہیمؑ خلیل اللہ کی دعا کو قبول فرمایا اور اسماعیل علیہ السلام جیسا علیم وبردبار بیٹا عطا فرمایا۔ بیٹا جب جوان ہوا تو خواب میں بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم ملا — کیسا بیٹا؟ اسمٰعیل جیسا حسین وجمیل، صالح اور پہلوٹا بیٹا! جوان بیٹا، بیٹے پر جوانی آ رہی ہے، باپ پر بڑھاپا طاری ہے اور اب نعم البدل کی توقع بھی نہیں اور اکلوتا بیٹا جو دعائیں مانگ مانگ کر حاصل کیا ہے۔ ان حالات کے باوجود! حضرت ابراہیم علیہ السلام خیال بھی نہیں کر سکتے کہ اسمٰعیل علیہ السلام کے ذبح کرنے کا خواب جھوٹا ہو سکتا ہے۔ آپؑ نے جب خواب بیٹے کو سنایا اور رائے پوچھی: ﴿فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ﴾ ”بیٹے! تیرا کیا خیال ہے؟“ تو سعادت مند بیٹے نے جواب دیا: ﴿يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ﴾ ”میرے پیارے ابا جان آپ کو جو حکم دیا گیا اسے بے چون وچرا بجا لائیے۔“ فرمایا کہیں تیرا لڑکپن امر الٰہی میں خلل نہ ڈالے۔ فرمانبردار بیٹے نے جواب دیا: ﴿سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ﴿١٠٢﴾﴾ (الصّٰفّٰت) ”دیکھ لیجیے گا اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔“

تاریخ انسانی میں اطاعت شعار، فرمانبردار اور مؤدب بیٹے کی اس سے بہتر مثال نہیں ملتی۔ اسی لیے اقبال نے کہا تھا۔

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیلؑ کو آدابِ فرزندی

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی استقامت اور آپ کے مقام عزیمت کو دیکھو کہ باپ کے خواب کو سنتا ہے اور قربان ہونے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

سعادت مند بیٹے کے اس جواب سے خلیل اللہ کی ہمت اور حوصلے میں اضافہ ہوگیا۔ اب دونوں باپ بیٹا قربان کرنے اور کرانے کی تیاریاں کرنے لگے۔

شیطان لعین نے راستے میں خلیج حائل کرنے کی بہت تدبیریں کیں، مگر خلیل اللہ نے اُس کی تمام تدبیروں پر پانی پھیر دیا۔ اپنے محبوب فرزند کو ذبح کرنے کے لیے زمین پر لٹا دیا اور چھری چلانا شروع کی۔ دیکھا کہ چھری ذبح نہیں کرتی تو اسے بار بار تیز کرتے ہیں اور بار بار چلاتے ہیں لیکن اسماعیلؑ ذبح نہیں ہوتے۔ اتنے میں جبرائیل علیہ السلام ایک دنبہ فدیہ میں ذبح کے لیے پیش کرتے ہیں۔

حکم خداوندی کی یہ بے مثال اطاعت، عدیم النظیر تسلیم و رضا اور ثبات و استقامت کا یہ حیرت انگیز مقام حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا مقدس اور غیر فانی کارنامہ ہے جو خالق کائنات کی نظر میں اس درجہ مقبول ہوا کہ اسے آنے والی نسلوں کے لیے روشنی کا مینار قرار دیا جائے۔ اس جذبہ کی تازگی اور تجدید کا نام قربانی ہے اور اس جذبہ اطاعت کا نام اسلام ہے۔

میرے محترم بھائیو! اپنے حالات پر نظر کرو۔ اگرچہ ”چہ نسبت خاک را با عالم پاک“ کا معاملہ ہے لیکن سنت ابراہیمی کا یہی تقاضا ہے کہ ہم بھی کسی قسم کی قربانی سے گریز نہ کریں۔ ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہماری زندگی بھی ہم سے بہت سی قربانیوں کا مطالبہ کرتی ہے۔ آج اسلام کی غربت اور دین کی بے بسی ہم سے قربانی کا مطالبہ کرتی ہے۔ قربانی ہی وہ واحد راستہ ہے جس پر چل کر اللہ کے بندوں کی ایک قلیل جماعت نے پوری انسانیت کی کایا پلٹ دی اور ظلم و ناانصافی کی حکمرانی کا خاتمہ کر کے عدل و انصاف کے جھنڈے لہرا دیے۔ جبر و استبداد کی دنیا پر ایسا زوال آیا کہ کبر و ناز اور غرور و تکبر سے اکڑی ہوئی گردنیں خم ہو گئیں۔ دشت و جبل نعرہ ہائے تکبیر کی فلک شگاف صداؤں سے گونج اُٹھے۔ مختلف مسلمان ممالک ہی نہیں قبلہ اول بھی اللہ کے باغیوں کے قبضے میں ہے۔ مالک ارض و سماوات کے قانون کی بجائے وہ اپنا قانون، اپنی ”شریعت“، اپنا نظام اور اپنا طرز زندگی دنیا پر مسلط کیے ہوئے ہیں اور ہم خاموش بیٹھے ہیں۔ دین ہم سے قربانی مانگتا ہے مگر ہم اس کے لیے تیار نہیں۔ ہم روزانہ اخبارات میں کشمیر، قبائلی علاقوں، افغانستان، عراق، بوسنیا اور فلسطین کے مسلمانوں پر ظلم و تشدد کی خبریں پڑھتے ہیں، ظالمانہ کارروائیوں، وحشیانہ حملوں اور اجتماعی زیادتیوں کے بارے میں سنتے ہیں لیکن پھر بھی ہم سب گل و بلبل کی داستانوں، گلستانوں کی عطر بیز فضاؤں اور اس عالم رنگ و بو کی رنگینیوں میں عیش و عشرت سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ٹی وی، کیبل، ڈش انٹینا اور سینما ہالوں کے فحش مناظر اسلامی طرز معاشرت اور ثقافت اور دینی اخلاقی اقدار کا جنازہ نکال رہے ہیں اور قوم کے جذبہ جہاد کو گھن کی طرح کھا رہے ہیں۔ کیا یہ صورتحال ہم سے اپنی آرزوؤں، آدرشوں، مقاصدٔ اہداف اور انداز زندگی کی قربانی کی متقاضی نہیں ہے۔ اگر ہے اور یقیناً ہے تو پھر یہ قربانی ہم کب دیں گے۔

ہمیں چاہیے کہ اپنی اصلاح اور محاسبہ کریں۔ اگر ہم نے اب بھی کائنات میں ہونے والی تبدیلیوں سے سبق نہ سیکھا اور اپنی زندگی میں انقلاب بپا نہ کیا تو یاد رکھیے ہمارا نام و نشان بھی صفحۂ ہستی سے مٹ سکتا ہے۔ بقول شاعر ؎

نہ سمجھو تو مٹ جاؤ گے ”اے غافل مسلمانو!“
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

بقیہ: جہالت کے فیصلے

معیاروں کی پابندی کو بھی فروغ دے گی۔ آئین کی شق 227 کے مطابق پاکستان کے تمام قوانین کو قرآن اور سنت کے مطابق بنایا جائے گا اور ایسا کوئی قانون وضع نہیں کیا جائے گا جو مذکورہ احکام کے برخلاف ہو۔ آئین کی شق 62 اور 63 کے مطابق قومی و صوبائی اسمبلیوں اور سینیٹ کے اراکین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اچھے کردار کے مالک ہوں، احکام اسلام سے انحراف نہ کرتے ہوں، اسلامی تعلیمات کا خاطر خواہ علم رکھتے ہوں، اسلام کے مقرر کردہ فرائض کے پابند ہوں، کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرتے ہوں، اخلاقی پستی سے پاک ہوں اور سب سے بڑھ کر پارسا، ایماندار اور امین ہوں۔ افسوس کا مقام یہ ہے کہ اس سب کے باوجود ہم اپنے دین سے دور ہوتے جا رہے ہیں اور سب کچھ اس کے برعکس کیے جا رہے ہیں جس کا حکم اللہ اور اس کے رسول ﷺ دیتے ہیں اور جو ہمارا آئین کہتا ہے۔ یہاں کے مسلمانوں کو نہ تو وہ اسلامی ماحول فراہم کیا جا رہا ہے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا اور نہ ہی ہمارے حکمران اور ممبران پارلیمنٹ اس معیار پر پورا اترتے ہیں جس کا اسلامی تعلیمات کے مطابق آئین پاکستان تعین کرتا ہے۔ اس طرح حقیقت میں ہم اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے احکامات کے ساتھ ساتھ آئین پاکستان کی بھی کھلے عام خلاف ورزی کر رہے ہیں اور ایسی قوم بن کر ابھر رہے ہیں جس کی کوئی سمت ہے نہ ہی منزل۔

(بشکریہ روزنامہ ”جنگ“)

نعت اور موسیقی

سید منصور بخاری

کچھ عرصے سے ٹیلی ویژن پر درود شریف اور نعت رسول مقبول ﷺ کو ساز کے اضافے سے پڑھا جا رہا ہے۔ دین میں ہر وہ اضافہ جس کا قرآن و سنت میں کوئی وجود نہ ہو بدعت کہلاتا ہے اور یہ کسی طور پر اجتہاد کے زمرے میں نہیں آتا۔ آلاتِ موسیقی کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”مجھ کو میرے رب نے معازف اور مزامیر کو مٹانے کا حکم دیا ہے۔“ (مشکوٰۃ)

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنی کتاب ”بہشتی زیور“ میں رسومات کے بیان میں ایک حدیث تحریر کی ہے، اُس میں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مجھ کو میرے پروردگار نے ان باجوں کے مٹانے کا حکم دیا۔“

سیدنا امام اوزاعی سے مروی ہے کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے عمر بن ولید کو لکھا کہ تم نے جو بینڈ، باجے اور ستار نکالے ہیں، وہ اسلام میں سب بدعت ہیں، صریح گمراہی ہے۔ (نسائی شریف: کتاب القسم الفئی)

ٹیلی ویژن کے کار پردازان اور حکام بالا سے گزارش ہے کہ اولین فرصت میں اس کا نوٹس لیں۔ یہ پاک سرزمین جو اسلام کے نام پر بزرگوں کی جانی و مالی قربانیوں کا نتیجہ ہے، خدا کا حسین عطیہ ہے۔ اس ملک کے لیے، اس کی مٹی کے لیے ہمارے جان و مال قربان ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہمارے اور آپ کے بزرگان ہی اس کی صحیح قدر و قیمت جان سکتے ہیں۔ ولی کرنالی کے اس شعر کا اضافہ کرتا ہوں ؎

شام کی قدر اُس سے پوچھ ولیؔ
دھوپ میں جس نے دن گزارا ہو

علماء کرام سے بھی التماس ہے کہ موسیقی کی شناعت اور بالخصوص نعت جیسے خوبصورت صنف کو اس سے آلودہ کرنے کے معاملہ کو ٹیلی ویژن انتظامیہ کے نوٹس میں لائیں اور اس بدعت سیئہ کو رکوائیں۔ اسلام کی مشعل آپ کے ہاتھ میں ہے، سیاہی کو دور کرتے ہوئے روشنی پھیلائیں۔

’’نشوز‘‘ کی صورت میں زوجین کیا کریں؟

حافظ محمد مشتاق ربانی

ہمارے بعض دانشوروں پر اللہ تعالیٰ کے بعض احکامات گراں گزرتے ہیں۔ مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اُن کو یہ جرأت تو نہیں ہوتی کہ اُن کا کھلم کھلا انکار کریں، البتہ وہ توجیہات اور تاویلات کے ذریعے اور دانشوارانہ کھینچ تان سے اُن احکامات کا من پسند مطلب نکالنے اور عوام الناس میں دین اسلام کے بارے میں شبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً قرآن حکیم میں ہے: ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ (النساء:11) یعنی ’’ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے‘‘۔ ہمارا مغربیت سے مرعوب بلکہ مغلوب ذہن اِس حکم کے بارے میں اس انداز میں پروپیگنڈا کرتا ہے گویا (معاذ اللہ) اسلام میں عورتوں سے ناانصافی کی گئی ہے، حالانکہ ایسی سوچ ایمان کے منافی ہے۔ اسی طرح گواہی کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ﴾ (البقرۃ:282) یعنی ’’پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں (گواہی دیں)۔‘‘ یعنی دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے۔ یہ بات بھی آزادی کا مغربی تصور رکھنے والے حضرات کی نظر میں مساوات مرد وزن کے سراسر خلاف ہے۔ حالانکہ قرآن نے اپنے اس حکم کے حق میں بڑے منطقی اور فطری دلائل دیے ہیں۔ یہ لوگ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ اسلام ہر پہلو سے مرد و زن کی مساوات کا ہرگز قائل نہیں ہے۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ وہ نیکی اور پرہیزگاری میں مرد وزن کی مساوات کا قائل ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا٥﴾ (النساء:124) ’’اور جو کوئی کام کرے اچھے مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان رکھتا ہو سو وہ لوگ داخل ہوں گے جنت میں اور ان کا حق ضائع نہ ہوگا تل بھر۔‘‘ ایسے لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ پہلی بیوی کی موجودگی میں نکاح ثانی کرنا عورتوں کے حق میں ناانصافی ہے۔ ان لوگوں کے خیال میں ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (النساء:3) ’’نکاح کرو جو عورتیں تم کو خوش لگیں چاہے دو سے، تین سے اور چار سے‘‘ والی بات کی قدیم عربوں کے حالات تو اجازت دیتے ہوں گے، لیکن موجودہ دور میں اس پر عمل کرنے سے عورتوں کی آزادی مجروح ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام زیادہ شادیوں کی اجازت دینے کے بعد آزادانہ جنسی اختلاط اور نکاح کے بغیر میل جول کی سختی سے ممانعت کرتا ہے۔ یہی نہیں، وہ معاشرے میں ستر وحجاب اور حیا کے حوالہ سے سخت پابندیاں عائد کرتا ہے۔ سیکولر عناصر کے لیے یہ ناقابل قبول ہے، لہٰذا وہ فلسفہ تعدّد ازدواج ہی کی مخالفت پر کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اِن اعتراضات کو اس پس منظر میں دیکھنا چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ علیم اور حکیم ہے۔ وہی انسان کا خالق ہے اور اُس کے فطری تقاضوں کو اُس سے بہتر کوئی نہیں جانتا۔ وہ جو قوانین دیتا ہے وہ انصاف اور عدل پر مبنی ہوتے ہیں۔ یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر قرآن میں ہے کہ بیویوں کی طرف سے ’’نشوز‘‘ کا سامنا ہو تو اُن کو مارا جاسکتا ہے تو (معاذ اللہ) یہ ظلم ہے، اس سے عورت کی آزادی پر حرف آتا ہے۔ اِسی طرح کے خیالات ایک انگریزی روزنامہ "The Daily Times" نے اپنے 21 اکتوبر 2010ء کے اداریہ میں Shameful Ruling کے عنوان سے لکھا ہے کہ قرآن میں عورتوں کے بارے میں ﴿اِضْرِبُوْهُنَّ﴾ (النساء:34) جو وارد ہوا ہے، یہ استعارہ کے طور پر آیا ہے۔ اس کا مفہوم ہرگز انہیں مارنا نہیں ہے۔ اداریہ نگار لکھتا ہے:

(ترجمہ) ’’بحیثیت ایک ایسے مذہب کے جو عورتوں کی آزادی کا علمبردار ہے، یہ بات ماننا بہت مشکل ہے کہ اسلام کبھی بھی ایک شخص کو اس بات کی اجازت دے کہ وہ اپنی بیوی کو سبق سکھانے کے لیے ارادتاً مارے۔ گھریلو تشدد کی اس صورت کے جواز کے طور پر عموماً سورۃ النساء کی آیت 34 کا حوالہ دیا جاتا ہے، لیکن اکثر مسلمان یہ بات سمجھنے سے قاصر ہیں کہ قرآن کی بہت سی آیات سے ان کا مجازی معنی مراد ہوتا ہے اور ان کا حقیقی مفہوم نہیں لیا جاتا۔ مفہوم سمجھنا ایک پیچیدہ عمل ہے اور جب کوئی قابل بحث معاملہ سامنے آئے تو اسلام کے حقیقی پیغام کو دیکھنا عقلمندی کا تقاضا ہے۔ جہاں تک عورتوں کا تعلق ہے، اسلام نے ان کی آزادی کا پیغام دیا، نہ کہ ان کی آزادی کو سلب کرنے کا۔‘‘

ایسے نقطہ نظر کا اظہار صرف اس اداریہ نگار نے ہی نہیں کیا بلکہ کئی اور لوگ بھی اس فکر کے حامل ہیں بلکہ بعض مترجمینِ قرآن نے بھی اس قسم کے غلط تراجم کیے ہیں جیسے جنوبی افریقہ میں اسلامک انسٹی ٹیوٹ سے وابستہ ایک سکالر عبدالصمد عبدالقادر نے مفتاح القرآن The Key to the QURAAN (Volume-1) میں ﴿اِضْرِبُوْهُنَّ﴾ کا ترجمہ "Exert Pressure On Them" یعنی ان پر دباؤ ڈالنے کے مفہوم میں کیا ہے۔ اگر ہم قرآن حکیم کے اس مقام کا ترجمہ دیگر لوگوں کے تراجم میں دیکھیں تو اور مترجمین بھی سامنے آسکتے ہیں، جنہوں نے حقوق اور آزادی نسواں کی عالمی تحریک کے دباؤ میں اور اپنے آپ کو ماڈرن اور لبرل ظاہر کرنے کے لیے قرآن حکیم کے ترجمے میں تبدیلی کی۔ اقبال نے ایسے ہی لوگوں کے متعلق کہا تھا ؎

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجے فقیہانِ حرم بے توفیق

اس میں کچھ شک نہیں کہ اسلام گھریلو تشدد کی اجازت نہیں دیتا اور فی الواقع عورتوں کی اپنے ایک خاص مفہوم میں آزادی کا قائل ہے۔ وہ انہیں معاشرے میں ایک خاص مقام دیتا ہے جو عورت کو اسلام سے پہلے حاصل نہیں تھا، نہ دنیا کی کسی بھی ترقی یافتہ تہذیب میں اُسے حاصل ہوسکتا ہے۔ لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ ’’نشوز‘‘ کی صورت میں مرد عورت کو تادیب کے لیے انتہائی خفیف انداز میں مار سکتا ہے، جس سے اس کے جسم پر کوئی نشان نہ پڑے اور اسے زیادہ تکلیف نہ ہو۔ علاوہ ازیں منہ پر مارنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس کا ہرگز مطلب نہیں کہ مارنے کو معمول بنایا جائے۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ ہمارے معاشرے میں بعض لوگ عورتوں پر وحشیانہ تشدد کرتے ہیں یا اُنہیں کوئی

کمتر یا حقیر مخلوق سمجھتے ہیں، یہ اسلام کی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے اور اللہ تعالیٰ کی شدید ناراضی کا باعث ہے۔ دینِ اسلام مردوں کو عورتوں کے ساتھ شفقت والا رویہ اختیار کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ مشہور صحافی Yvonne Ridley (ولادت:1959ء) جو طالبان کی قید میں رہی اور اُن کے حسنِ سلوک سے متاثر ہو کر اُس نے 2003ء میں اسلام قبول کیا، ایک ماڈرن عورت ہے۔ وہ جب قرآن حکیم کا مطالعہ کرتی ہے تو اس نتیجہ پر پہنچتی ہے کہ قرآن حقوقِ نسواں کے لیے میگنا کارٹا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی خطبۂ حجۃ الوداع کے موقع پر عورتوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ اختیار کرنے کی تلقین کی۔ البتہ یہ کہنا کہ بیوی کو ''نشوز'' کی صورت میں مارنے کا قائل ہونا عورتوں کے حق میں ظلم ہے اور ﴿اِضْرِبُوْهُنَّ﴾ مجازی معنی میں استعمال ہوا ہے، یہ ہرگز درست نہیں ہے۔ اس سلسلے میں سمجھنے کی ضرورت ہے کہ عورت کی طرف سے ''نشوز'' کیا ہے اور مرد کا نشوز کیا ہے اور مرد و عورت کے اس نشوز کو کیسے ختم کیا جا سکتا ہے۔

نشوز المرأۃ

لغوی اعتبار سے ''نشوز'' کے معنی بلندی اور سر اُٹھانے کے ہیں۔ نشوز المرأۃ کے معنی عورت کی طرف سے مرد کی نافرمانی کے ہیں۔ اس کے مختلف پہلو ہو سکتے ہیں۔ مثلاً عورت مرد کے شرعی حقوق پورا نہ کرے، جائز کاموں میں اس کی نافرمانی کرے اور اپنے پاکیزہ کردار کو خراب کرنے کی طرف مائل ہو۔ یہ سب باتیں نشوز کے زمرے میں آتی ہیں۔ جو عورت اس قسم کا رویہ ظاہر کرے، اللہ تعالیٰ نے اس کی اصلاح کے لیے چند اقدامات کی تعلیم دی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ﴾ (النساء:34) ''اور جن عورتوں سے تمہیں سرتابی کا اندیشہ ہو تو ان کو نصیحت کرو اور ان کو ان سے بستروں پر تنہا چھوڑ دو اور اُن کو مارو۔'' اس طریقہ کار کو استعمال کرنے کے لیے دی گئی ترتیب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ کیونکہ ''واهجروهن'' کے شروع میں واؤ اور ''واضربوهن'' کے شروع میں واؤ ترتیب کا مفہوم دیتا ہے۔ اگر اس فطری ترتیب کو سامنے نہ رکھا جائے تو مرد و عورت کے معاملات بگڑ جائیں گے اور درستگی کی کوئی امید باقی نہ رہے گی۔ یہ ترتیب حسبِ ذیل ہے:

1) ﴿فَعِظُوْهُنَّ﴾

''پس انہیں نصیحت کرو۔''

وعظ نرم انداز میں گفتگو کرنے کو کہتے ہیں۔ وعظ میں پیار اور ہمدردی کا عنصر ہوتا ہے۔ اس مرحلے میں عورت کو بار بار اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین کی جائے۔ یہی وجہ ہے قرآن حکیم نے ازدواجی مسائل ذکر کرتے ہوئے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کے لیے کہا گیا ہے۔

2) ﴿وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ﴾

''اور ان کو اُن کے بستروں میں تنہا چھوڑ دو۔''

''المضاجع'' میں ازدواجی تعلقات موقوف کرنے کی طرف کنایہ ہے، لیکن اس میں ہر قسم کے بے تکلفانہ میل جول سے روکا گیا ہے۔ یہ حربہ استعمال کرنے سے عورت کو احساس ہو گا کہ مجھے غلط رویہ سے باز آنا چاہیے۔

3) ﴿وَاضْرِبُوْهُنَّ﴾

''اور اُن کو مارو۔''

یہاں یہ نہ سمجھیں کہ قرآن حکیم انسانوں کو اُبھار رہا ہے کہ عورتوں کو مارو، بلکہ بتایا جا رہا ہے کہ مرد کے پاس یہ اختیار بھی ہے۔ تاہم مارنے سے باز رہنا زیادہ افضل ہے، جیسا کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں: ''الضرب مباح و ترکه أفضل'' ''(نافرمانی کی صورت میں) مارنا جائز تو ہے لیکن اس حربے کو استعمال نہ کرنا زیادہ افضل ہے''۔ اس سلسلے میں خود رسول اللہ ﷺ کا عمل ہمارے سامنے ہے۔ آپؐ نے اپنی کسی زوجہ محترمہ پر ہاتھ نہیں اُٹھایا۔ نیل الاوطار میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت منقول ہے: ((مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ امْرَأَةً لَهُ وَلَا خَادِمَةً)) ''آپ نے کبھی بھی اپنی کسی زوجہ اور غلام کو نہیں مارا۔'' لہٰذا ہماری بھی کوشش ہونی چاہیے کہ مارنے کی یہ نوبت نہ آئے۔

وعظ و نصیحت، بستر الگ کرنے اور معمولی مارنے کے بعد جب عورت اپنی اصلاح کر لے تو پھر اُسے بلاوجہ تنگ کرنا حد درجہ نامناسب بات ہے۔ قرآن نے اس سے منع کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ﴿فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا﴾ (النساء:34) ''اگر وہ مطیع ہو جائیں تو پھر ان کو ایذا دینے کا کوئی بہانہ مت ڈھونڈو۔''

4) محاکمہ

اگر نصیحت و ملامت، عارضی طور پر تعلقات موقوف کرنے اور غیر مبرح (ایسی سزا جو کوئی پائیدار اثر نہ چھوڑے) کی حد تک سزا دینے سے بھی عورت ''نشوز'' سے باز نہ آئے تو محاکمہ کا راستہ بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا﴾ (النساء:35) ''اور اگر تم لوگوں کو کہیں میاں بیوی کے تعلقات بگڑ جانے کا اندیشہ ہو تو ایک مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو۔ وہ دونوں اصلاح کرنا چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان موافقت کی صورت نکال دے گا۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ سب کچھ جانتا اور سب باتوں سے خبردار ہے۔'' اس آیت میں ہدایت دی گئی ہے کہ اگر میاں بیوی کے مابین ناموافقت ہو جائے تو ان کے مابین اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے، جس کی تدبیر یہ ہے کہ میاں بیوی میں سے ہر ایک کے خاندان میں سے ایک ایک آدمی مقرر کیا جائے اور دونوں مل کر ان میں کوئی تصفیہ کی صورت نکالیں۔

نشوز الزوج

جس طرح قرآن حکیم نے ''نشوز المرأۃ'' کا ذکر کیا ہے اسی طرح ''نشوز الزوج'' کا بھی ذکر کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ (النساء:128) ''جب کسی عورت کو اپنے شوہر سے بد سلوکی یا بے رخی کا خطرہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں اگر میاں بیوی آپس میں صلح کر لیں۔ صلح بہرحال بہتر ہے۔'' شوہر کی طرف سے نشوز ظاہر ہونے کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً شوہر بیوی کو نفقہ نہ دے، اچھے کردار کا مالک نہ ہو، بیوی کے جائز مطالبات نہ مانے اور اگر اس کی ایک سے زیادہ بیویاں ہیں تو ان میں کسی کو معلقہ چھوڑ دے اور اس کے ساتھ ظلم کرے۔ جب مرد کی طرف سے ان صورت میں سے کوئی صورت ہو تو دو اقدامات اختیار کیے جا سکتے ہیں:

1) **صلح**: وہ آیت جس میں نشوز البعل/نشوز الزوج کا ذکر ہے، اس کے آخر میں فرمایا گیا: ﴿وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾ (النساء:128) ''اور اگر تم احسان کرو اور تقویٰ کی روش اختیار کرو تو جو تم عمل کر رہے ہو، اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے۔'' گویا شوہروں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھایا جا رہا ہے کہ وہ اپنی بیوی کے حق میں احسان اور تقویٰ کی

روش اختیار کریں۔

شوہر کی طرف سے بیوی کے حوالے سے افسوس ناک رویہ سامنے آنے کی صورت میں اس کے خاندان و دیگر عزیز اور اس کے دوست سمجھائیں کہ وہ اپنی بیوی کے بارے میں اپنے رویہ میں مثبت تبدیلی لائے، اس کے ساتھ صلح والا رویہ رکھے کہ صلح ہی میں بہتری ہے۔ (النساء:128) لیکن اگر عورت محسوس کرے کہ فلاں چیز کے ذریعے اس کا شوہر اس کی طرف انصاف کے ساتھ مائل ہو سکتا ہے تو عورت اپنے حق سے دستبردار بھی ہو سکتی ہے، تاکہ معاملہ طلاق تک نہ پہنچے کیونکہ طلاق و جدائی سے بہتر ہے کہ باہم مصالحت کر کے ایک عورت اسی شوہر کے ساتھ رہے، جس کے ساتھ زندگی کا ایک حصہ بسر ہو چکا ہے۔

2) **خلع**: شوہر کے پاس اگر طلاق کا اختیار ہے تو عورت کے پاس خلع کا راستہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ﴾ (البقرہ:229) "اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ وہ دونوں حدودِ الٰہی پر قائم نہ رہیں گے، تو ان کے درمیان یہ معاملہ ہو جانے میں مضائقہ نہیں کہ عورت اپنے شوہر کو معاوضہ (مہر) دے کر علیحدگی حاصل کر لے"۔ عورت کے لیے خلع ایک آخری صورت ہے، جسے اختیار کر کے وہ شوہر کی زوجیت سے علیحدہ ہو سکتی ہے۔ لیکن زیادہ بہتر یہی ہے کہ دونوں کسی طور سے مصالحت کر لیں۔

معلوم ہوا کہ مرد کی طرف سے "نشوز" ہونے کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے عورت کو بھی بے اختیار نہیں چھوڑا، بلکہ اس کے لیے تمام آسانیاں پیدا کی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ شوہر کو سمجھایا گیا کہ ﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (البقرۃ:228) "اور عورتوں کا بھی ان پر حق ہے جیسا کہ مردوں کو ان پر حق ہے۔" اور دوسری طرف عورت کو سمجھایا گیا ہے کہ ﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ﴾ (النساء:34) "مرد عورتوں پر نگران ہیں"۔ اور ﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ (البقرۃ:228) "اور مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ حاصل ہے۔" مرد ہو یا عورت اُسے قرآن حکیم میں دی گئی تعلیمات پر پورے شعور و ادراک کے ساتھ عمل کرنا چاہیے۔ اسی میں دونوں کی بھلائی، ازدواجی زندگی کا حسن اور سکون ہے۔

عشرۂ ذی الحجہ کے مسنون اعمال

ابو عبداللہ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی۔" (الفجر 1،2)

بہت سے علماء کرام کا قول ہے کہ دس راتوں سے مراد ذوالحجہ کے پہلے دس دن ہیں اور فجر سے مراد بعض کے نزدیک عیدالاضحیٰ کی فجر ہے۔ (معارف القرآن)

اللہ تعالیٰ کا ان راتوں کی قسم کھانا ان کی عظمت و فضیلت ظاہر کرتا ہے۔ اس لیے ہمیں ان دس دنوں اور راتوں میں زیادہ سے زیادہ نیکیوں کی کوشش کرنی چاہیے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا دنوں میں کوئی دن نہیں ہے جس میں نیک عمل کرنا اللہ کے نزدیک ان دس دنوں (ذوالحجہ کے پہلے عشرہ) سے زیادہ محبوب ہو۔" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا) ان ایام کے علاوہ دوسرے دنوں میں (اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی (ان دنوں کے نیک اعمال کے برابر) نہیں ہے؟ فرمایا ہاں! اس آدمی کا جہاد جو اپنی جان و مال کے ساتھ (اللہ کی راہ میں لڑنے) نکلا اور پھر واپس نہ ہوا (ان دنوں کے نیک اعمال سے بھی زیادہ افضل ہے)۔" (صحیح البخاری)

اس عشرہ کے وہ اعمال جن کا نبی کریم ﷺ نے حکم فرمایا ہے یہ ہیں:

1) دن کا روزہ اور رات کی عبادت: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ان دس دنوں میں سے ہر دن کا روزہ سال کے روزوں کے برابر ہے اور ہر رات کی عبادت شب قدر کی عبادت کے برابر ہے۔" (ترمذی، شعب الایمان)

2) ذکر اللہ: ان دس راتوں میں ایک عمل زیادہ ذکر کرنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ان دنوں میں تہلیل (لا الٰہ الا اللہ) تحمید (الحمد للہ)، تکبیر (اللہ اکبر) اور تسبیح (سبحان اللہ) کی کثرت کرو۔" (شعب الایمان)

یہ وہ کلمات ہیں جو میزان میں بہت بھاری ہیں۔ ہر ایک کے بدلہ میں جنت میں ایک درخت لگتا ہے۔ گناہ جھاڑ دیتے ہیں۔ ان کا ثواب احد سے بڑا ہے۔ "سبحان اللہ" آدھے میزان کو بھر دیتا ہے اور "الحمد للہ" پورے کو بھر دیتا ہے اور "اللہ اکبر" آسمان و زمین کے درمیان خلاء کو بھر دیتا ہے۔ (منتخب احادیث از مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ)

3) ذوالحجہ کا روزہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جس نے 9 ذوالحجہ کا روزہ رکھا، اس کے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔" (ابن ماجہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد پاک منقول ہے کہ 9 ذوالحجہ کے دن کا روزہ ہزاروں کے روزوں کے برابر ہے۔ (شعب الایمان)

4) ناخن اور بال نہ کاٹنا بہتر ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جب ذوالحجہ کے پہلے دس دن ہوں اور آدمی قربانی کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ اپنے بال اور ناخنوں کو ہاتھ نہ لگائے (نہ کاٹے)۔" (ابن ماجہ) (یاد رہے کہ یہ مستحب عمل ہے)

5) تکبیراتِ تشریق: 9 ذوالحجہ کی فجر سے 13 ذوالحجہ کی عصر تک تکبیراتِ تشریق کہنا ہر مسلمان مرد و عورت پر واجب ہے۔ ہر نمازی فرض نماز کے سلام کے بعد ایک بار کہے:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔ (ابن ابی شیبہ)

6) 10 ذوالحجہ کی رات کا قیام: 10 ذوالحجہ کی رات کو عبادت اور قیام کرنا بھی فضیلت کا عمل ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: "جس آدمی نے دونوں عیدوں کی راتوں کو ثواب کی نیت سے زندہ رکھا (یعنی جاگا) تو اس کا دل اس دن نہیں مرے گا جس دن لوگوں کے دل مر جائیں گے (یعنی قیامت کے دن)۔" (ابن ماجہ)

7) قربانی: 10 ذوالحجہ کے دن عظیم عمل جانور کی قربانی ہے۔ ہر صاحب نصاب مرد و عورت پر قربانی واجب ہے۔ اگر نہیں کرے گا تو گناہ گار ہوگا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جس کو طاقت ہو پھر بھی قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے۔" (ابن ماجہ) ایک اور حدیث نبویؐ ہے: "قربانی کے دن اللہ تعالیٰ کو آدمی کا کوئی عمل خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں اور قربانی کا جانور قیامت میں اپنی سینگوں کھروں اور بالوں سمیت لایا جائے گا (اور میزان میں تلے گا) اور جانور کا خون گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ قبول فرما لیتے ہیں لہٰذا خوش دلی سے قربانی کیا کرو۔" (ابن ماجہ)

اللہ تعالیٰ ہمیں قربانی کرنے اور ذوالحجہ کے دس دنوں میں زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرنے کی توفیق دے اور ہمارے ہر عمل کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرمائے۔ آمین

جہالت کے فیصلے

انصار عباسی

ملک میں بڑھتے ہوئے سنگین جرائم اور آئے روز اغوا برائے تاوان کے واقعات اور معصوم مغویوں کے قتل سے متعلق خبروں پر دلبرداشتہ ہو کر میں نے پاکستان میں اعلیٰ ترین آئینی عہدہ پر فائز ایک شخصیت سے حال ہی میں پوچھا کہ ایسے وحشی درندوں کو عدالت کے ذریعے جرم ثابت ہونے پر اسلامی تعلیمات کے مطابق سرعام پھانسی دے کر دوسروں کے لئے نشان عبرت کیوں نہیں بنایا جاتا۔ میرا اصرار تھا کہ اس طرح سنگین جرائم کو بڑی حد تک روکا جا سکتا ہے۔ مگر اس پر ملنے والے جواب پر میں ششدر رہ گیا۔ مجھے بتایا گیا کہ اسلام کے نام پر بننے والی ریاست اسلامی جمہوری پاکستان میں کسی بھی مجرم کو سرعام سزا نہیں دی جا سکتی کیونکہ اس سے انسانی تقدس پامال ہوتا ہے۔ مجھے یہ بھی بتایا گیا کہ آئین پاکستان کے تحت مجرموں کو سرعام سزائیں نہیں دی جاسکتیں۔ جس کو میں صحیح نہیں سمجھتا اور جس پر میں آگے چل کر بات کروں گا۔

میں سوچتا رہا کہ یہ کس آئین، کس قانون، کس اصول اور کن انسانی تقدس کے اصولوں کی بات کی جا رہی ہے۔ میں ششدر اس لئے رہ گیا کہ ایک اسلامی ریاست میں اللہ تعالیٰ کے قانون اور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر ہم غیر اللہ اور کفر کے اصولوں کی کیسے بات کر سکتے ہیں۔ قرآن تو واضح طور پر کہتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے کلام (شریعت) کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔ کیا ہم نہیں جانتے کہ ہمارا دین سنگین جرائم میں ملوث مجرموں کو نشان عبرت بنانے کا درس دیتا ہے تاکہ فتنہ و فساد اور ظلم و بدامنی کو جڑ سے کاٹا جا سکے۔ کیا سورۃ النور میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نہیں دیا کہ بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والے مرد کو مومنوں کی ایک جماعت کے سامنے سو سو کوڑے مارے جائیں۔ ﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ۲﴾ (النور)

"بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والا مرد (جب ان کی بدکاری ثابت ہو جائے تو) دونوں میں سے ہر ایک کو سو درے مارو اور اگر تم خدا اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو شرع خدا (کے حکم) میں تمہیں ہرگز ترس نہ آئے اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت بھی موجود ہو۔" رسول اللہ ﷺ کے ایک فرمان کے مطابق اللہ کی حدوں میں سے ایک حد قائم کرنے کی برکت 40 دن کی بارش سے زیادہ ہے۔ بارش کی برکت سے زمین سیراب ہوتی ہے، فصلیں خوب تیار ہوتی ہیں اور خوشحالی بڑھتی ہے مگر مغرب سے مرعوب اور اپنے دین سے شرمندہ شرمندہ رہنے والی قیادت اور ان کے زیر اثر خاموش تماشائی بے عوام کے لئے یہی بارش اسی طرح عذاب الٰہی بن کر آسمان سے اترتی ہے جس کا سامنا گزشتہ چند ماہ میں پاکستان کو کرنا پڑا۔ مگر اس سب کے باوجود ہم کوئی سبق سیکھنے کے لئے تیار نہیں۔ امریکہ کی غلامی اُسی طرح جاری ہے جیسے پہلے جاری تھی۔ دہشتگردی کے خلاف جنگ کے فتنہ کو ہم نے پہلے کی طرح اب بھی گلے لگایا ہوا ہے۔

نائن الیون کے بعد کی پالیسیوں کی وجہ سے لبرل، نام نہاد روشن خیال اور مغرب زدہ مخصوص طبقہ کو جس کی اسلامی تعلیمات سے عناد کسی سے ڈھکی چھپی نہیں، ہر طرف سے آج بھی پذیرائی مل رہی ہے۔ ایسے میں جرم، ناانصافی، بدامنی اور فساد سے کیسے جان چھڑائی جاسکتی ہے۔ ایسے وحشی درندے جو اپنی ہوس اور لالچ کی خاطر دوسروں کے گھر اجاڑتے ہیں، انسانوں کا قتل کرتے ہیں، بدفعلی جیسے جرم کے مرتکب ہوتے ہیں، کاروباری لوگوں کو تاوان کے لئے اغوا کرتے ہیں، ٹارگٹ کلنگ کے گھناؤنے کھیل میں شامل ہوتے ہیں اور دوسرے سنگین جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں، وہ کسی بھی رحم اور ترس کے کیسے مستحق ہو سکتے ہیں۔ انسانیت کے ایسے دشمنوں کے تقدس کی کیسے بات کی جا سکتی ہے۔ میرا ایمان ہے کہ اگر چند ٹارگٹ کلرز، اغوا برائے تاوان کے مجرم، بچوں اور بچیوں سے زیادتی کرنے والے اور بڑے بڑے ڈاکوؤں کو سرعام پھانسیاں دے کر نشان عبرت بنایا جائے تو اس سے جرائم پیشہ افراد کے حوصلے پست ہوں گے اور ایک عام شہری خود کو محفوظ سمجھے گا لیکن یہ سب کچھ کرنے کے لئے ہمیں مغرب کی نام نہاد تہذیب اور اصولوں کی بجائے اپنے دین کی طرف دیکھنا ہوگا اور اس کنفیوژن سے باہر نکلنا ہوگا جس کا پاکستانی قوم اور ہمارے رہنما آج بُری طرح شکار ہیں۔

کتنے شرم کی بات ہے کہ اللہ کی ذات تو ہمیں بتاتی ہے کہ قصاص میں زندگی ہے مگر ہمارے ملک کے انسانی حقوق کے چیمپئن سزائے موت کے خاتمے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ کیا اس حقیقت سے کوئی انکار ممکن ہے کہ اللہ کے حکم اور نبی کریم ﷺ کی طرف سے بتائے گئے اصولوں کے سامنے کسی انسان کے بنائے گئے کسی قانون، آئین یا اصول کی کوئی حیثیت نہیں۔ ہم تو اس لیے بھی خوش نصیب ہیں کہ ہمارا آئین ایک اسلامی ریاست کے قیام اور اسلامی قوانین کے نفاذ کی سہولت فراہم کرتا ہے۔ پاکستان کا آئین اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ ہی پوری کائنات کا بلا شرکت غیرے حاکم مطلق ہے اور یہ کہ اس ملک کے عوام اپنے رب کی طرف سے مقرر کردہ حدود کے اندر رہ کر اس کا نظم و نسق چلائیں گے اور یہ کہ حکمرانی کا یہ اختیار اللہ کی ایک مقدس امانت کے طور پر استعمال کیا جائے گا۔ آئین میں دی گئی قرار مقاصد میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ پاکستان میں مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی حلقہ ہائے عمل میں اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی زندگیوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق (جس طرح قرآن پاک اور سنت رسولؐ میں ان کا تعین کیا گیا) ترتیب دے سکیں۔ آئین کی شق 31(1) کے مطابق پاکستان کے مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی اسلام کے بنیادی اصولوں اور اسلامی تصورات کے مطابق مرتب کرنے کے قابل بنانے کے لئے اور اس مقصد کے لیے انہیں ایسی سہولتیں مہیا کرنے کے لئے اقدامات کئے جائیں گے جن کی مدد سے وہ قرآن پاک اور سنت رسولؐ کے مطابق زندگی کا مفہوم سمجھ سکیں۔ آئین کی شق 31(2) اس بات کا اعادہ کرتی ہے کہ ریاست مسلمانوں کے لئے قرآن پاک اور اسلامیات کی تعلیم کو لازمی قرار دینے اور عربی زبان سیکھنے کی حوصلہ افزائی کرے گی۔ اس کے علاوہ ریاست مسلمانوں کے اتحاد اور اسلامی اخلاق (باقی صفحہ 7 پر)

”ماں“

میکسم گورکی (روسی ناول نگار) کا ناول
جو انقلابی کارکنوں کی محنت سے وابستگی اور لگن کو نمایاں کرتا ہے

قاضی عبدالقادر

”ماں“ ایک روسی اشتراکی دانشور اور ادیب میکسم گورکی کا شہرہ آفاق ناول ہے۔ یہ ناول پہلی بار 1907ء میں شائع ہوا۔ بعدازاں اِسے ”منتخب سوویت ادب کی لائبریری“ کے تحت بدیشی زبانوں کا اشاعت گھر ’ماسکو‘ نے بڑے اہتمام سے شائع کیا۔ ناول کے مرکزی کردار دو ہیں۔ ایک ماں ہے جس نے اپنے شوہر کے مرنے کے بعد اشتراکی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اور دوسرا بیٹا پاول ہے، جو اشتراکی تحریک سے متاثر ہو کر سوشلسٹ انقلاب کی جدوجہد میں شریک ہوا اور اپنے جوش و جذبہ اور محنت و لگن سے جلد ہی تحریک کا لیڈر بن گیا۔ ماں نے انقلابی جدوجہد میں اپنے بیٹے کی بھرپور معاونت کی۔ اِن صفحات میں ناول ’ماں‘ کے منتخب اقتباسات پیش کیے جا رہے ہیں، تاکہ معلوم ہو سکے کہ ایک انقلابی کے شب و روز کیسے گزرتے ہیں اور اُس کی اپنے مشن کے ساتھ وابستگی کا کیا عالم ہوتا ہے۔ اگرچہ جوہری طور پر اسلامی انقلاب اور اشتراکی یا کسی بھی دوسرے مادی انقلاب کے طریق کار میں بنیادی نوعیت کا فرق ہوتا ہے، تاہم اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی بھی انقلاب خواہ وہ اسلامی ہو یا غیر اسلامی، مادی انقلاب ہو، وہ کارکنوں کے اخلاص، بے لوث جدوجہد، جرأت و شجاعت، عزم و ہمت، صبر اور حوصلے، ایثار و قربانی اور مقصد کی راہ میں تن من دھن لگا دینے ہی سے آتا ہے۔ یہ منتخب اقتباسات اسی بات کو نمایاں کرنے کے لیے شائع کیے جا رہے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اسلامی انقلاب کی پاکیزہ جدوجہد میں دینی تحریکوں کے کارکن بھی اس سے تحریک پائیں، خود احتسابی کے جذبہ کے تحت اپنا جائزہ لیں اور مشعلوں کو تیز کریں۔ کسی مادی انقلاب کے کارکنوں کی کامیابی کا انحصار اُس انقلاب کے برپا ہونے پر ہے بصورتِ دیگر اُنہیں محرومی اور ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے جبکہ انقلاب محمدیؐ کے لیے میدان میں اترنے والے ہر حال اور ہر صورت میں کامیاب ہیں۔ دنیوی نہ سہی اُخروی کامیابی تو اُن کا مقدر بہر حال ہوتی ہے۔ قاضی عبدالقادر صاحب پہلی قسط کی ابتدا میں اس ناول کا مرکزی خیال اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ (ادارہ)

ہو صداقت کے لیے جس دل میں مرنے کی تڑپ
پہلے اپنے پیکرِ خاکی میں جاں پیدا کرے
پھونک ڈالے یہ زمین و آسمانِ مستعار
اور خاکستر سے آپ اپنا جہاں پیدا کرے
اقبال

میری ذاتی لائبریری میں عظیم روسی دانشور اور ادیب میکسم گورکی کی کتاب ”ماں“ عرصہ سے موجود تھی مگر پڑھنے کا موقع نہیں ملا تھا بلکہ یوں کہیے کہ اور سب کچھ پڑھتا رہا لیکن اس کو نہیں پڑھا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ 1950ء میں جبکہ میں میٹرک کا طالب علم تھا ایک دوست کی وساطت سے ایک اور روسی دانشور مائیکل شولوخوف کے ضخیم ناول کا اردو ترجمہ ”اور ڈان بہتا رہا“ پڑھا۔ میں نے خیال کیا کہ گورکی کا ناول ”ماں“ بھی اسی طرح کی کتاب ہوگی اس لیے نظر انداز کرتا رہا۔ پچھلے دنوں جب یہ کتاب نظر آئی تو سوچا کہ چلو اس کو بھی پڑھ ہی ڈالو۔

یہ ناول ”منتخب سوویت ادب کی لائبریری“ کے تحت اُردو میں ترجمہ کر کے (اُردو ٹائپ میں 587 صفحات پر مشتمل) ”بدیشی زبانوں کا اشاعت گھر“ ماسکو نے برسوں پہلے بڑے اہتمام سے شائع کیا تھا۔ میکسم گورکی 28 مارچ 1868ء کو پیدا ہوا۔ دس برس کی عمر میں یتیم ہو گیا اور 18 جون 1936ء کو 68 سال کی عمر میں وفات پا گیا۔ وہ روس کا عظیم انقلابی دانشور، ادیب اور ناول نگار تھا جس نے متعدد کتب تصنیف کر کے سوشلسٹ انقلاب کی آبیاری کی۔ ”ماں“ بھی اس کا ایک شاہکار ناول ہے جو پہلی بار اپریل 1907ء میں شائع ہوا تھا۔ یعنی اب سے ایک صدی پہلے۔

اس ناول کے مرکزی کردار دو ہیں۔ ماں اور اس کا بیٹا پاویل۔ دونوں کردار ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ ماں جس نے شادی کے بعد سالہا سال تک اپنے شوہر سے شب و روز مار ہی مار کھائی اور اس کے ظلم و بربریت کا شکار رہی، شوہر کے مرنے کے بعد بیٹے کے ساتھ سوشلسٹ تحریک میں قدم بڑھانا شروع کیا۔ اُس کا بیٹا پاویل جو کارخانہ میں مزدور تھا، اشتراکی تحریک سے متاثر ہوا۔ اجتماعات میں شرکت اور اجتماعی و انفرادی مطالعہ سے اُس کا ذہن بنا اور جلد ہی وہ تحریک کا لیڈر بن گیا۔ اُس کی ماں اس کی ہر طرح سے معاون تھی۔ وہ نہایت دلیر، نڈر، خوددار، مخلص اور شجاعت کا پیکر تھا۔ مقصد کے ساتھ عشق اس کی نس نس میں بھرا تھا۔ اُس نے اپنی سرگرمیوں سے پورے علاقہ میں ایک ہلچل مچا دی۔ سینکڑوں بے لوث کارکن تیار کیے۔ چراغ سے چراغ جلتے رہے اور یوں تحریک کی دعوت ملک کے دور دراز گوشوں تک پھیل گئی۔

اشتراکی انقلاب ہو یا اسلامی انقلاب، یہ کارکنوں کے اخلاص، بے لوث صبر، شجاعت، ایک دوسرے کے ساتھ ایثار و ہمدردی، اخوت و برادری اور مقصد کی راہ میں تن من دھن لگا دینے بلکہ جان تک قربان کر دینے ہی سے طلوع ہوتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ دوسرے انقلابات میں تشدد اور خفیہ سرگرمیاں ہی اصل ہوتی ہیں جبکہ اسلامی انقلاب پُر امن اور نفرت انگیز چیزوں سے پاک ہوتا ہے۔ ایک بات خصوصی نوٹ کرنے کی ہے کہ اسلامی انقلابی کارکن کی نگاہ آخرت پر ہوتی ہے، اُسے اس راہ میں موت آ جائے تو شہادت، جس سے اونچا درجہ کوئی اور نہیں۔ کہ جنت کی آسائشیں اور ابدی زندگی جس کے انتظار میں چشم براہ ہوتی ہیں۔ اور زندہ رہ جائے تو غازی! جو بہت بڑا صلہ ہے! لیکن ایک کافر انقلابی کارکن کے مرنے کے بعد صلہ کیا ہے؟

وہ بھی جانتا ہے کہ کچھ نہیں، وہ مر گیا تو بس مر گیا —— اور قصہ ختم!

ہم نے اس کتاب کے جو اقتباسات منتخب کیے ہیں، اُن سے معلوم ہوگا کہ ایک انقلابی کارکن کے شب و روز کس طرح گزرتے ہیں، نیز ان سے انقلابی قوسِ قزح کے اکثر رنگ نمایاں ہوں گے۔ کیا عجب کہ ان اقتباسات سے ''زندہ ہو جائے وہ آتش جو تری خاک میں ہے۔'' اور اسلامی انقلاب لانے والے فرزانوں کو ایک مہمیز ملے کہ کشمکشِ انقلاب کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔ اقبال نے اسی لیے کہا تھا: ؎

جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی
رُوحِ اُمم کی حیات، کشمکشِ انقلاب

میرے محترم اور عزیز قارئین! میرے لیے دُعا کریں کہ پروردگار مجھے ہمت دے اور میرے قلم میں وہ طاقت عطا فرمائے کہ خوابِ گراں سے نہ صرف خود جاگوں بلکہ اپنے سوئے ہوئے ساتھیوں کو بھی جگا سکوں تاکہ ہم اپنے خونِ جگر سے ملت کی کھیتی کو سرسبز و شاداب کر سکیں۔

لگا رہا ہوں مضامینِ نو کے پھر انبار
خبر کرو میرے خرمن کے خوشہ چینوں کو

حق اور صداقت

''تم سچ کہتی ہو، لوگ واقعی خراب ہیں۔'' [پاویل (بیٹے) نے ماں سے کہا] ''لیکن جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ دنیا میں ایک چیز ایسی بھی ہے جسے حق اور صداقت کہا جاتا ہے تو لوگ مجھے بہتر معلوم ہونے لگے!''

وہ مسکرایا اور بولا: ''مجھے خود بھی نہیں معلوم کہ یہ کیسے ہوا۔ بچپن میں میں سب سے ڈرا کرتا تھا۔ پھر جب میں بڑا ہوا، تو ہر شخص سے نفرت کرنے لگا۔ بعض سے اُن کی کمینگی کی وجہ سے اور بعض سے معلوم نہیں کیوں، شاید یوں ہی۔ لیکن اب ہر چیز مجھے مختلف معلوم ہوتی ہے، شاید اس لیے کہ لوگوں کے لیے میرا دل دکھنے لگا ہے۔ کچھ ایسا ہوا کہ جب میں نے یہ محسوس کیا کہ لوگ ہمیشہ اپنی کمینگی کے لیے قابل الزام نہیں ہوتے تو میرا دِل نرم پڑ گیا......''

وہ بولتے ہوئے رک گیا جیسے وہ اپنے اندر کی کوئی آواز سن رہا ہو۔ پھر اس نے آہستہ سے سوچتے ہوئے کہا: ''تو یہ تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے صداقت کو جاننے کی وجہ سے آدمی میں!''

خونِ جگر کے بغیر!

''اور اس سے ہر چیز تبدیل سی ہو گئی'' ماں نے کہا ''ہماری پریشانیاں مختلف ہو گئیں اور ہماری مسرتیں مختلف......''

''ایسا ہی ہونا چاہیے!'' خوخول (تحریک کا ان تھک کارکن) نے کہا۔ ''کیونکہ ایک نیا دل جنم لے رہا ہے میری ننکو (روس میں پیار سے ماں کو ننکو کہتے ہیں)۔ ''زندگی کو ایک نیا دل مل رہا ہے۔ انسان قدم بڑھاتے آگے جا رہا ہے اور عقل کی روشنی سے ہر چیز کو منور کرتا لوگوں کو آواز دیتا جا رہا ہے۔ دنیا کے لوگو! متحد ہو جاؤ، ایک خاندان میں متحد ہو جاؤ! اور اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے سارے صحت مند دِل مل کر ایک واحد عظیم الشان دل کی صورت اختیار کر رہے ہیں جس میں نقرئی گھنٹیوں کی سی شوکت اور توانائی ہے۔''

خوخول آ کر دروازے میں کھڑا ہو گیا۔ ''لوگ ابھی بہت سی مصیبتیں اُٹھائیں گے۔ ابھی بہت سا خون بہے گا۔ لیکن جو کچھ میرے سینے میں ہے اور جو کچھ میرے دماغ میں ہے، میری ساری تکلیف اور مصیبت اور میرا سارا خونِ جگر اس کے سامنے ہیچ ہے۔ میں ستارے کی طرح مالدار ہوں جس کے پاس لاتعداد شعاعیں ہیں۔ میں ہر چیز برداشت کر سکتا ہوں، ہر چیز سہہ سکتا ہوں۔ اس لیے کہ میرا دل بے پایاں مسرت سے معمور ہے جسے کوئی چیز اور کوئی شخص کبھی ختم نہیں کر سکتا اور اُسی مسرت میں میری قوت کا راز مضمر ہے۔''

عظیم لوگ

پاویل سر جھکائے بیٹھا خوخول کی جوشیلی طولانی تقریر سن رہا تھا ''بعض اوقات آگے بڑھتے رہنے کے لیے ہمیں خود اپنے خلاف جانا پڑتا ہے۔ ہر چیز کی قربانی دینے کے لیے تیار رہنا پڑتا ہے۔ اپنے پورے دل تک کی قربانی دینی ہوتی ہے۔ اپنے مقصد کے لیے جان دینا آسان ہے لیکن کچھ اس سے بھی زیادہ قربانی دینی ہوتی ہے۔ اس چیز کی جو اپنی زندگی سے بھی زیادہ عزیز ہو اور ایسی قربانی دے کر ہم اس صداقت کو اور زیادہ مستحکم کرتے ہیں جس کے لیے ہم لڑ رہے ہیں۔ وہ صداقت جو دنیا میں ہمیں سب سے زیادہ عزیز ہے!''

وہ کمرے کے وسط میں آ کر رُک گیا۔ اس کا چہرہ زرد تھا۔ آنکھیں ادھ کھلی سی تھیں اور ہاتھ اس طرح بلند تھے جیسے کوئی گھمبیر عہد کر رہا ہو۔

''مجھے معلوم ہے کہ وہ وقت آئے گا جب انسان خود اپنے حُسن پر عش عش کریں گے، جب ہر شخص ایک دوسرے کے لیے ستارے کی طرح حسین ہوگا! دھرتی پر آزاد انسان آباد ہوں گے جو آزاد فضا میں پروان چڑھیں گے (اور اپنی آزادی کے باعث) عظیم ہوں گے۔ تمام انسانوں کے دل کشادہ ہوں گے اور ہر دل حسد اور کینے سے پاک اور مبرا ہوگا۔ اس وقت زندگی انسانیت کی عظیم الشان خدمت میں تبدیل ہو جائے گی اور انسان کی ہستی آسمانوں سے بلند ہو گی کیونکہ وہ کون سی بلندی ہے جو آزاد انسانوں کی پہنچ سے باہر ہے! اس وقت انسان حسن کی خاطر صداقت اور آزادی کی زندگی بسر کریں گے اور ان میں سب سے بلند وہ کہلائیں گے جن کے دل پوری دنیا کو سمو لینے اور اس سے محبت کرنے کی صلاحیت رکھیں گے اور جو سب سے زیادہ آزاد ہوں گے، کیونکہ اُن کے دل عظیم ترین حسن کی آماجگاہ ہوں گے! بڑے عظیم لوگ ہوں گے وہ نئی زندگی کے وہ علم بردار!''

(جاری ہے)

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنی نیک سیرت، ستر و حجاب کی پابند بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم ایم اے اردو جو فہم دین کورس بھی کر رہی ہے، کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرِ روزگار، تعلیم یافتہ نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں ہے۔

برائے رابطہ: 0312-4664966

☆ لاہور میں رہائش پذیر دینی رجحان رکھنے والی فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم ماسٹرز پبلک ایڈمنسٹریشن (پنجاب یونیورسٹی)، ذات ککے زئی، قد 5 فٹ ورچوئل یونیورسٹی میں جاب بھی کر رہی ہے، کے لیے نیک سیرت، تعلیم یافتہ، برسرِ روزگار نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 042-35747500

☆ بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم ایم اے اسلامیات، امور خانہ داری میں ماہر کے لیے دینی مزاج کے حامل نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ: 0321-7000070

☆☆☆

اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

محمد رشید

26 ستمبر 2010ء کو میرے موبائل پر میسج ابھرا کہ ڈاکٹر محمود احمد غازی وفات پا گئے ہیں۔ میسج کیا ابھرا کہ مجھے اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔ دُکھ اور محرومی کے ایک گہرے احساس نے روح کو جکڑ لیا۔ مملکت پاکستان جس پر آج کل چہار اطراف سے آفات حملہ آور ہیں، ان حالات میں وہ کتنے بڑے نقصان سے دوچار ہو گئی ہے یہ سوچ کر ہی دل میں درد کی ٹیسیں اٹھتی ہیں۔

جن علمی و دینی شخصیات کی علمی کاوشوں سے ہم استفادہ کرتے رہے ہیں ان میں سے سال 2010ء میں یہ دوسری علمی و دینی شخصیت ہے جن کی وفات ذاتی نقصان کی طرح دکھی اور پریشان کر گئی۔ ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم و مغفور کی وفات پر دل پر ایک چوٹ پڑی، روح کی گہرائیوں میں چھناکے سے ہوتے ہوئے محسوس ہوئے تو ڈاکٹر محمود احمد غازی کی وفات نے محض دکھی ہی نہیں کیا دل سخت بے چینی و کرب سے بھی دوچار ہو گیا۔ یہ بات واقعتاً ہمارے لیے بھی خاصی حیران کن تھی کہ جس شخص سے ہم زندگی میں ایک بار بھی نہیں ملے، اس کی وفات پر دُکھ کا ایسا احساس کہ آنسو اندر ہی اندر گلے سے اتر کر دل کے پار ہوتے ہوئے محسوس ہوں، بہت زیادہ ناقابل فہم بھی نہیں تھا۔

ڈاکٹر غازی صاحب سے ہماری پہلی غائبانہ ملاقات ان کی کتاب ''محاضرات قرآن'' میں ہوئی۔ ان کی یہ کتاب پڑھ کر ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ وہ ایک مخلص، ذہین، علوم پر گہری دسترس رکھنے والے، ابلاغ کی قوت سے مالا مال، بات کو عام فہم اور سلیس انداز سے سامع تک پہنچانے والے، علم و تحقیق سے شغف رکھنے والے، جدید پڑھے لکھے انسان کے سامنے دین کو پیش کرنے کی صلاحیتوں سے مالا مال ایک سادہ اور حلیم طبیعت کے مالک انسان ہیں۔

ڈاکٹر غازی صاحب سے ہماری دوسری غائبانہ ملاقات قدرے مختلف تاثرات کی حامل ثابت ہوئی۔ ہوا یوں کہ ہمیں ''علم حدیث'' پر جدید محققین کے کام اور آراء کو مطالعہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو ہم نے ڈرتے ڈرتے اور کسی قدر خوف و امید کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ ڈاکٹر غازی صاحب کی کتاب ''محاضرات حدیث'' کا مطالعہ شروع کیا۔ ہمیں ڈر یہ تھا کہ ڈاکٹر غازی صاحب کے بارے میں ہمارا جو تاثر بن چکا تھا وہ کہیں اس کتاب کے مطالعہ سے ٹوٹ نہ جائے۔ غازی صاحب جیسا فطین اور عبقری شخص حدیث پر بحث کرتے ہوئے کہیں راہ اعتدال سے ہٹ نہ جائے جیسا کہ آج کل کے ذہین لوگوں کا المیہ ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ اچھے بھلے دین پر چلتے چلتے ''منکرین حدیث'' کے ''پرویزی حیلوں'' میں ایسے پھنستے ہیں کہ ان کے دماغ کو لاکھ اس گورکھ دھندے اور دلدل سے نکالنے کی کوشش کرو ''ذہانت اور فطانت'' کا فتنہ انہیں اس جال سے نکلنے ہی نہیں دیتا۔ خیر! ہم جوں جوں اس کتاب کے مطالعے میں آگے بڑھتے گئے ہم قدرے مختلف گہرے تاثرات میں پھنستے چلے گئے۔ کتاب پڑھنے کے بعد ہم اس خوشگوار تاثر سے ہمکنار ہوئے کہ عصری مغربی علوم پر گہری نظر رکھنے والا، جدید دنیا میں رہنے والا، جدید دنیا کے پڑھے لکھے انسانوں سے میل جول رکھنے والا ایک ذہین اور فطین انسان ''حدیث رسولؐ'' کے بارے میں کہیں بھی معذرت خواہی یا کجی کا مظاہرہ نہیں کرتا۔ ہم پر ایک اور انکشاف ہوا کہ ڈاکٹر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ایسی زبردست صلاحیتوں سے نوازا ہے کہ وہ امت مسلمہ کی چودہ سو سالہ تاریخ کی علمی و تحقیقی کاوشوں کو مؤثر اور سلیس انداز میں پیش کرنے کا ایسا ملکہ رکھتے ہیں کہ جدید دور کا انسان متاثر اور مبہوت ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ڈاکٹر صاحب کی یہ وہ خوبی ہے جو انہیں موجودہ دور کے قدیم و جدید علوم کے تمام علماء سے بہت بلند، منفرد اور نمایاں مقام عطا کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر غازی صاحب کو پڑھ کو ہمیں پہلی دفعہ ''علمی اور عقلی'' سطح پر اپنے اسلاف پر فخر محسوس ہوا۔ ورنہ عام طور پر مذہبی علوم کے علماء اسلاف کے علمی ورثے کو جس ''انداز'' سے پیش کرتے ہیں اس سے جدید تعلیم یافتہ انسان متاثر تو کیا ہو، اسے ایک قسم کا توحش اور اجنبیت سی محسوس ہونے لگتی ہے۔ ڈاکٹر غازی صاحب کی اس دوسری کتاب کو پڑھ کر ہمیں یہ بھی محسوس ہوا کہ وہ ''عقائد اور بنیادی فکر'' کے معاملہ میں مولویوں سے زیادہ پختگی، اعتدال اور توازن پر کاربند ہیں۔

ڈاکٹر غازی صاحب کی تحریریں پڑھ کر کچھ اور خوبیوں کا تاثر دل پر پڑا، لیکن خدشہ ہوا کہ اگر ڈاکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی تو شاید یہ تاثر ٹوٹ نہ جائے۔ اس لیے شدید خواہش کے باوجود ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کی ہمت ہی نہیں ہوئی۔ لیکن ان کی اچانک وفات کے بعد 28 ستمبر 2010ء کو روزنامہ اسلام میں ڈاکٹر سید عزیز الرحمٰن نے ان الفاظ میں ان کی شخصیت کا نقشہ کھینچا: ''ڈاکٹر صاحب حد درجہ متقی شخص تھے، برسہا برس کا مشاہدہ ہے کہ سرکاری و دفتری ذمہ داریوں میں سرکاری مراعات سے کبھی ذاتی فائدہ نہیں اٹھایا۔ ڈاکٹر صاحب کا وجود عالم اسلام کے لیے بسا غنیمت تھا۔ بین الاقوامی فورم پر اسلام اور پاکستان کی نمائندگی کا جو سلیقہ ڈاکٹر صاحب کو حاصل تھا اس کی مثال کم ملے گی۔ پھر علم و فضل اور دینی حمیت کے ساتھ ساتھ حسن تکلم و حکمت کی دولت سے آراستہ تھے۔'' اسی طرح 30 ستمبر کے روزنامہ اسلام میں مولانا ناز ہر نے ان الفاظ میں ان کی شخصیت کا نقشہ کھینچا: ''راقم السطور کو دو چار مرتبہ حضرت ڈاکٹر صاحب کی مجلس میں بیٹھنے اور کسی حد تک استفادہ کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ غیر معمولی علمی مقام کے باوجود ان کے عجز و انکسار، سادگی، نرم مزاجی اور دھیمے پن نے احقر کو بہت متاثر کیا۔ ڈاکٹر صاحب کی گفتگو سلاست، بلاغت، متانت اور فقاہت کا مرقع ہوتی تھی۔'' یہ گواہیاں پڑھ کر جہاں ڈاکٹر غازی صاحب کے بارے دل جو گواہی دے رہا تھا اس کی تصدیق ہو گئی، وہاں ان سے ملاقات سے محرومی کا احساس بھی سوا ہو گیا۔

روزنامہ اسلام میں پڑھ کر سخت حیرت ہوئی کہ ڈاکٹر غازی صاحب کا خاندانی و تعلیمی پس منظر خالصتاً مولویانہ اور مذہبی ہے۔ حیرت ہے، سخت حیرت پر حیرت ہے کہ 2010 کے اس سخت زوال و تباہی کے دور میں بھی مدرسہ و خانقاہ کا پس منظر رکھنے والی ایک شخصیت

(باقی اگلے صفحہ پر)

مروٹ (حلقہ بہاولپور) میں ہونے والے دورۂ ترجمہ قرآن پروگرام کے شرکاء کے تاثرات

ماہ رمضان کے دوران ملک کے دوسرے شہروں کی طرح مروٹ (حلقہ بہاولپور ہارون آباد) کی مسجد جامع القرآن میں بھی دورۂ ترجمہ قرآن کا پروگرام (بذریعہ ویڈیو ڈاکٹر اسرار احمد صاحب) منعقد کیا گیا۔ پروگرام میں نواحی علاقوں کے رفقاء و احباب کے علاوہ دور دراز سے بھی لوگ ذوق شوق سے شرکت کرتے رہے۔ یہ پروگرام رات 10 بجے شروع ہوتا اور تقریباً 2 بجے تک جاری رہتا تھا۔ مسجد جامع القرآن جس کا چند ماہ پہلے افتتاح کیا گیا، ابھی زیر تعمیر ہے۔ دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگرام میں روزانہ اوسطاً 145 افراد شرکت کرتے رہے۔ پروگرام کے چند شرکاء کے تاثرات درج ذیل ہیں:

☆ نیازی صاحب (بزرگ شہری): میں تنظیم اسلامی کا ممنون ہوں کہ ایسا مفید اور با مقصد پروگرام کا اہتمام کیا۔ زندگی میں پہلی بار قرآن حکیم سمجھ کر جو احساس ہوا، وہ بیان نہیں کر سکتا۔

☆ محمد ابرار قادری، (طالب علم ایم اے)۔ میں مبتدی رفیق ہوں۔ میری عمر 25 سال ہے۔ ہمارے ہاں عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ قرآن مجید کتاب مقدس ہے اور بس! مگر دورۂ ترجمہ قرآن میں شرکت کرنے سے مجھے یہ احساس ہوا کہ یہ تو کتاب ہدایت ہے۔ یہ صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتی اور بتاتی ہے کہ زندگی کا مقصد کیا ہے اور اِسے کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ میں نے اس پروگرام کو بہت مفید پایا ہے۔ میں اپنے دوستوں کو بھی پروگرام میں شرکت کے لیے دعوت دیتا رہا ہوں۔

☆ محمد بوٹا (دوکاندار)۔ میں ابتدا میں آٹھ تراویح پڑھ کر گھر چلا جاتا، مگر دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگرام میں شرکت کرنے کے بعد اب تو یہ حالت ہے کہ مسجد سے جانے کو جی ہی نہیں چاہتا۔ دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگرام میں از اول تا آخر شریک ہوتا ہوں۔

☆ محمد لیاقت (لیاقت کلاتھ ہاؤس والے)۔ میں تنظیم اسلامی اور امیر حلقہ کا ممنون ہوں کہ وہ ایسا مفید اور با مقصد پروگرام کروا رہے ہیں۔ مجھے زندگی میں پہلی بار قرآن پاک سمجھ کر پڑھنے اور سننے کا موقع ملا۔

☆ محمد اشتیاق (بی اے)۔ تفہیم قرآن پاک کا یہ پروگرام بے حد مفید اور بے مثال ہے۔ اگرچہ میں نے اپنے شب و روز ایک معروف دینی جماعت کے ساتھ گزارے، لیکن جو کچھ یہاں سیکھا اس کا اندازہ بھی نہیں تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ اس پروگرام میں بوجوہ پابندی کے ساتھ شریک نہ ہو سکا اور بھرپور استفادہ سے محروم رہا۔ آئندہ کوشش ہوگی کہ اس کا ازالہ ہو۔

☆ رانا محمد رفیق (مبتدی رفیق)۔ اس پروگرام میں شرکت کر کے میری دلی تمنا پوری ہوئی۔ قرآن پاک سن کر بہت کچھ حاصل ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ دورۂ ترجمہ قرآن کا پروگرام ہر سال ہونا چاہیے۔

☆ حافظ محمد زاہد (ڈپلومہ ہولڈر DAE)۔ اگرچہ میں دوسری جماعتوں اور علماء کرام کی محافل میں بیٹھتا رہا ہوں اور وہاں سے میں نے بہت کچھ سیکھا ہے، لیکن یہاں آ کر احساس ہوا کہ دین کے جامع تصور کو میں اب تک نہ پا سکا تھا۔ یہ تصور یہاں آ کر معلوم ہوا۔ اس کے لیے میں تنظیم اسلامی کا ممنون ہوں۔ (رپورٹ: جی ایم چودھری)

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب وسطی کا سہ ماہی تربیتی و مشاورتی اجتماع

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب وسطی کے زیر اہتمام 25، 26 ستمبر 2010ء کو سہ ماہی تربیتی و مشاورتی اجتماع ہفتہ (عصر) تا اتوار (فجر) قرآن اکیڈمی جھنگ میں منعقد ہوا۔ نماز عصر کی ادائیگی کے بعد امیر حلقہ انجینئر مختار فاروقی نے تہنیتی کلمات میں تنظیم اسلامی کے قیام کے مقاصد اور نصب العین کی طرف توجہ مبذول کرائی۔ انہوں نے رفقاء کو حالات حاضرہ کے حوالے سے اپنی دعوت کو مؤثر انداز میں پیش کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ بعد ازاں نائب ناظم اعلیٰ وسطی پاکستان پروفیسر خلیل الرحمٰن نے انقلابی تربیت کیا ہے؟ کے موضوع پر لیکچر دیا۔ انہوں نے تربیت کے مراحل، انقلابی اور خانقاہی تربیت میں فرق، انقلابی جماعت پر مصائب و مشکلات اور اس کے لیے صبر و مصابرت نیز انقلابی تربیت میں جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کے کردار اور قیام خلافت کی انقلابی جماعت کے لیے ایسی ہی مؤثر تربیت پر روشنی ڈالی۔

نماز مغرب کے بعد جھنگ تنظیم کے رفیق میاں اللہ بخش نے ''داعی کا کردار'' کے عنوان پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ معاشرے میں داعی کا کردار مثالی، مثبت اور انقلابی ہونا چاہیے۔ داعی کو قول احسن اور مخاطب کی نفسیات کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ دعوت الی اللہ کسی انقلابی مقصد کے حصول کے لیے ہونی چاہیے۔ امیر حلقہ محترم فاروقی صاحب نے ان کے لیکچر پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ داعی کے اوصاف اور کردار میں ایک ممتاز پہلو یہ بھی ہے کہ داعی اپنی دعوت پر دنیاوی اجرت کا طالب نہ ہو۔ اس کے بعد ''مشورہ اور اس کے آداب'' کے موضوع پر ٹوبہ ٹیک سنگھ تنظیم کے رفیق حافظ محمد نواز نے گفتگو کی۔ انہوں نے مشورہ اور اس کے آداب، طریق کار کے ساتھ تنظیم کے مشاورتی فورمز کی نظام العمل سے وضاحت بھی کی۔ ٹوبہ کے رفیق میجر (ر) محمد احسن نے فکر آخرت کے موضوع پر مؤثر خطاب کیا۔ انہوں نے فکر آخرت کے سلسلہ میں رفقاء تنظیم اسلامی کو اسلام کی انقلابی دعوت اور آخرت کے پہلو کو سامنے رکھ کر اپنی دینی ذمہ داریاں ادا کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ نماز عشاء اور کھانے کے بعد رفقاء جامع القرآن میں دوبارہ جمع ہوئے۔ امیر حلقہ پنجاب وسطی نے حلقہ کی تنظیم کو گروپوں میں تقسیم کیا، جس میں رفقاء و احباب نے تنظیم کی دعوت، قرآنی حلقے، انفاق اور اپنے علاقوں میں جاری دعوتی پروگراموں کو مزید بہتر بنانے کے لیے مشورے اور تجاویز دیں۔ بعد ازاں امیر تنظیم لیہ چودھری صادق علی نے تنظیم اسلامی کی دعوت پر مذاکرہ کرایا اور چند عمومی سوالات کے ذریعے رفقاء و احباب کی الجھنوں کو دور کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے رفقاء کی طرف سے پوچھے گئے سوالات کے جوابات بھی دیے۔ رات 11 بجے اجتماع کا پہلا سیشن مسنون دعا پر اختتام پذیر ہوا۔

اجتماع کا دوسرا سیشن 26 ستمبر صبح 4 بجے شروع ہوا۔ رفقاء کو پہلے ہی تیار کیا گیا تھا کہ وہ بیدار ہو کر نماز تہجد اور انفرادی اعمال میں مشغول ہوں گے۔ اذانِ فجر کے بعد رفقاء انفرادی اعمال سے فارغ ہوئے تو نقیب تنظیم جھنگ محمد اعظم سیال نے (قبل از نماز فجر) سورۃ الفاتحہ کا درس دیا۔ اپنے درس میں انہوں نے رب اور بندہ کے تعلق کو مضبوط تر بنانے کے لیے سورۃ الفاتحہ کے ترجمہ کو یاد اور مستحضر رکھنے پر زور دیا۔ نماز فجر کی ادائیگی کے بعد امراء، تناظیم اور نقباء کا مشاورتی اجلاس ہوا۔ اس دوران دیگر حضرات تلاوت قرآن حکیم میں مشغول رہے۔ ساڑھے چھ بجے شرکاء کو ناشتا پیش کیا گیا اور یہ تربیتی اجتماع بفضلہ تعالیٰ سات بجے اختتام پذیر ہو گیا۔

اس اجتماع میں چھیالیس رفقاء اور دس احباب نے شرکت کی۔ تنظیم اسلامی جھنگ نے اجتماع کی میزبانی کی۔ اجتماع میں اس سہ ماہی کے دوران تنظیم میں شامل ہونے والے نئے رفقاء نے ساتھیوں سے تعارف بھی حاصل کیا اور ایسے اجتماعات کے انعقاد پر مسرت کا اظہار کیا۔

(رپورٹ: عبدالمجید کھوکھر)

بقیہ: اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

علم و کردار کی ان بلندیوں پر پہنچ جاتی ہے کہ قدیم و جدید علوم کے بڑے سے بڑے ماہرین بھی اس کے سامنے ہیچ نظر آتے ہیں۔ اے کاش! ہمارے مدرسہ و خانقاہ کے نظام میں ایسی کوئی اصلاح ہو جائے کہ وہ ڈاکٹر غازی صاحب جیسی ہستیاں پیدا کرنے لگ جائے تو نوع انسانی میں ایک بہت بڑے تعمیری انقلاب اور مثبت تبدیلی کی بنیاد ڈالی جا سکتی ہے۔ ہمارے سیاسی و مذہبی ہر دو راہنماؤں کو یہ بات پلے باندھ لینا چاہیے کہ دینی حمیت و تصلب کے ساتھ ساتھ حسنِ تکلم و حکمت، عجز و انکسار، سادگی، نرم مزاجی، سلاست، بلاغت اور متانت کردار وہ بنیادی خوبیاں ہیں جس کے بغیر رہنمائی اور قیادت ایک خواب اور سراب ہے اور جس کے بغیر تعمیری انقلاب اور مثبت تبدیلی کی خواہش کبھی حقیقت کا روپ نہیں دھار سکتی۔

ہمارے دل کی گہرائیوں سے یہ ندا نکل رہی ہے کہ اے کاش! اس امت میں بہت سے ''ڈاکٹر محمود غازی'' پیدا ہونا شروع ہو جائیں۔ ہمارے بے چین اور مضطر دل کی یہ دعا ہے۔ مضطر اور بے چین کی پکار بھلا کون سنتا ہے...... صرف اللہ۔

use these gifted blessings in a good manner, which becomes the epitome of gratitude. Allah instructs us in the Qur'an:

> "Say: it is He who has produced you and made for you hearing and vision and hearts; little are you grateful!" [67:23]

So the unfeigned and genuine repentance is to simply obey Allah and overcome one's base desires through love for Him. And should you fall, get right back on your feet, even if you fall one hundred times, or a thousand or a million. The gates of Allah's mercy are never closed until the moment your soul has reached your throat (death point). Such is the mercy of our All-Merciful Creator, "the Forgiver of Sin, Acceptor of Repentance" [40:3]. It is up to us to take advantage of His clemency, while He is still offering it to us.

Thus when the darkness of our misdeeds closes in on us, when there seems no escape or refuge from the lightless vault our own hands have built around us, we should remember that our career on earth as man and the steward of all it holds began with the misdeed of our father and mother and Allah's merciful acceptance of their timing repentance.

It is the irony of our life on Earth that our descent to it from the primordial Garden was an ascent to our appointment as the vicegerents of Allah. Moreover, human moral failure and false ambition to immortality became the gateway to the ultimate triumph of human goodness and the true promise of bliss in eternity. Indeed, it is this that led to the divine guarantee of preserved guidance and the fulfillment of the deepest-seated sentiment in man to be fear-and-grief-free. For it is in this moment when man learns firsthand of the cataclysmic consequences of sin that he also discovers that His Creator is *At-Tawwab*, *Al-Raheem*, the All-Relenting, the Mercy-Giving --- attributes to be treasured by man forever beyond compare with anything else he knows, for it is in the learning of this that unfailing hope is set free in the human soul.

> "... And (so it was that) We said (to them all): Descend (from here), being enemies to one another! Yet there is for you in the earth a place (suitable) for settlement, and (of) goodly provision, for a (preordained) time. Adam then received words (of guidance) from his Lord. Thus, He granted him repentance. For, indeed, it is He (alone) who is the All-Relenting, the Mercy-Giving. (For) We (had) said: Descend from it (now), all together! Then whenever guidance comes from Me to you --- then (know that as for all) those who follow My guidance, there shall be no fear upon them (when they assemble for Judgment). Nor shall they ever grieve (over the life of the world)." [2:36-38]

How important it is for us to remember that all of this began when our first father and mother responded to their native nature to make *taubah*, without delay, and unchecked by the defense mechanism of rationalization for unacceptable behavior. That self-same most human of instincts and the words it inspired can unlock mysteries and miracles still.

> "Our Lord! We have wronged ourselves. And if You do not forgive us and have mercy upon us, we shall most surely be among the losers." [7:23]

نیوز آف دی ویک

ہوسکتا ہے مسٹر کیمرون عمرہ کرنے بھی جائیں

جبار مرزا

خبر: پاکستان میں متعین امریکہ کے نئے سفیر مسٹر کیمرون منٹر نے اپنی سفارتی اسناد پیش کرنے کے بعد پہلا کام یہ کیا کہ فیصل مسجد کا دورہ کیا اور قرآن حکیم کے نادر نسخوں میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا۔ بعدازاں کراچی میں انہوں نے مزار قائد پر حاضری دی۔

تبصرہ: پاکستان میں متعین نئے امریکی سفیر مسٹر کیمرون منٹر نے آتے ہی ہمیں اپنا گرویدہ بنالیا ہے، کیمرون نے ایوان صدر میں عالی مرتبت کو اسناد سفارت پیش کرنے کے ساتھ ہی پہلا کام یہ کیا کہ وہ اسلام آباد میں واقع فیصل مسجد جا پہنچے وہاں قرآن حکیم کے نادر اور تاریخی نسخے نہ صرف دیکھے بلکہ ان میں گہری دلچسپی بھی انہوں نے ظاہر کی۔ بیگم کیمرون بھی چادر لپیٹے ان کے ساتھ ساتھ رہیں، پھر اگلے دن وہ جوڑا بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناح کے مزار پر کراچی جا پہنچا، اس کے اگلے دن وہ لوگ سکھر میں سیلاب زدہ لوگوں کے درمیان کندھے پر آٹے کے تھیلے رکھے تقسیم کرتے اور فوٹو بنواتے دیکھے گئے، سی ڈی اے کے پروٹوکول ونگ کا ایک ملازم اس بات کا امکان ظاہر کر رہا تھا کہ "ہوسکتا ہے مسٹر کیمرون عمرہ کرنے بھی جائیں۔"

مسٹر کیمرون کے اس بیان نے ہمیں اس قدر متاثر کیا کہ اُن کے ہاتھ پر بیعت ہونے کو دل کر رہا ہے کہ "پاکستان ایک مہذب ملک ہے وہ اس لئے بیوی کو ساتھ لے کر آئے ہیں"۔

Maseeh Abdul Hakeem

MORE ABOUT REPENTANCE

When the word *taubah* is heard, what first comes to your mind? For some, it's an image of a teary-eyed person. For others, one prostrating to Allah with all humility and shame. *Taubah* is commonly translated in English as "repentance", whose meaning of sincere regret and remorse for one's wrongdoing or sin, most of us know.

But I'd like to clarify and expand on one part of repentance that most of the time is not fully covered. Yes, repentance is feeling remorse for one's sins. Yes, repentance is feeling guilty for our wrongs done unto others. Yes, repentance is feeling sad and crying over misdeeds of the past. But repentance isn't just about the past. It's about the future just the same. For if one cries over something he or she did wrong, then to repent would necessarily mean to give up that deed once and for all.

Repentance to me is simply obedience to Allah and what He wants from us. It isn't just a gloomy and narrow path. I've known people who chose not to take the first step toward repenting to Allah for the sole reason that it seems or feels to that person like a constricted valley of darkness and hopelessness.

How odd that is, since repentance is actually the escape from that very valley of darkness. Allah says:

> "It is He who sends down upon His Servant [Muhammad ﷺ verses of clear evidence that He may bring you out from darkness into the light. And indeed, Allah is to you Kind and Merciful." [57:9]

Repenting from one's sins and thereafter applying His Shari'ah in one's life, does not and cannot take one back into that dark valley of sin, despair, and grief. On the contrary, by divine definition, it brings one to the light as Allah Himself has described it.

How, then, can we see that light, enter it, and bathe ourselves to purification and joy in its glow? The best way to see to the implementation of that happiness in one's heart and tranquility in one's soul is to repent in such a way as it was stated by one righteous scholar: "If your tears and repentance make you feel better afterward, then that is a sign of a sincere repentance."

Indeed, it is not merely our joy that shines in us in our moment of urgent penitence. Some other light is piercing through. The Prophet ﷺ famously said: "Allah is more pleased with the repentance of His servant than what one of you would do on finding his lost camel in the waterless desert." (Muslim) Think about this for a minute. You're in a desert, alone, thirsty, and about to die. Suddenly your lost camel and belongings come back to you. Think of the joy you'd feel. Now imagine that the Lord of the Universe is **MORE** pleased with your repentance than that man is pleased with finding his possessions and his escape to renewed life!

It is true, then, that Allah gives to us an immediate reward, in addition to the one stored up for us in the Hereafter when we repent to Him with a sincere repentance. The immediate reward is that we feel the gloominess and melancholy no more. And, suddenly, we are hopeful and relieved with the recollection of this verse:

> "Your Lord has decreed upon Himself mercy: that any of you who does wrong out of ignorance (nescience) and then repents after that and corrects himself --- indeed, He is Forgiving and Merciful." [6:54]

So how do we hang on to that feeling of alleviation and hope? The key is to keep our promises to Allah by doing what He asks us to do, whether it attunes to our hearts or not. Moreover we must be ever grateful to Him for all that He has given us, and to be grateful to Allah here mean to

Vol:19 | Regd. C.P.L NO. 114 | No.44

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

ان شاء اللہ العزیز

رفقاءِ تنظیمِ اسلامی کا

کُل پاکستان سالانہ اجتماع

فردوسی فارم، سادھوکے میں درج ذیل دو حصوں میں منعقد ہو رہا ہے

26، 27، 28 نومبر

اس اجتماع میں درج ذیل حلقہ جات شرکت کریں گے

ملاکنڈ، پنجاب شمالی I، آزاد کشمیر، کراچی شمالی، حیدرآباد، گوجرانوالہ، فیصل آباد I (ٹوبہ و جھنگ)، سرگودھا، بہاولنگر I، لاہور I

اجتماع کا آغاز 26 نومبر بروز جمعہ 3:30 بجے بعد نمازِ عصر ہوگا اور 28 نومبر بروز اتوار نمازِ ظہر تک جاری رہے گا۔

29، 30 نومبر، یکم دسمبر

اس اجتماع میں درج ذیل حلقہ جات شرکت کریں گے

پشاور، پنجاب شمالی II، پوٹھوہار، کراچی جنوبی، سکھر، بلوچستان، پنجاب جنوبی (بشمول لیہ)، فیصل آباد II، لاہور II، بہاولنگر II

اجتماع کا آغاز 29 نومبر بروز پیر 3:30 بجے بعد نمازِ عصر ہوگا اور یکم دسمبر بروز بدھ نمازِ ظہر تک جاری رہے گا۔

ان اجتماعات میں متعلقہ حلقہ جات کے مبتدی و ملتزم رفقاء مع احباب شریک ہوں گے۔

رفقاء کے لئے ہدایات

- ☆ اواخرِ نومبر میں لاہور میں رات کے وقت موسم قدرے سرد ہو جاتا ہے، اس لئے شرکاء اجتماع موسم کے مطابق بستر اپنے ہمراہ ضرور لائیں۔
- ☆ ملکی حالات کے پیش نظر شرکاء اجتماع اپنا قومی شناختی کارڈ ہمراہ ضرور لائیں۔
- ☆ شرکاء اجتماع کا استقبال کرنے کے لئے لاہور ریلوے اسٹیشن پر 26 نومبر اور 29 نومبر کی صبح 8 بجے سے لے کر نمازِ عصر تک رفقاء موجود ہوں گے۔ اس کے بعد آنے والے رفقاء اپنے طور پر اجتماع گاہ پہنچیں گے۔
- ☆ اپنے طور پر اجتماع گاہ پہنچنے والے رفقاء کے لئے مریدکے اور کاموکی کے درمیان سادھوکی کے مقام پر استقبالیہ کیمپ لگایا جائے گا جو کہ 26 اور 29 نومبر کی صبح سے رات عشاء تک رہے گا۔ وہاں سے رفقاء کو اجتماع گاہ تک لے جانے کا مناسب بندوبست موجود ہوگا۔

(اس اجتماع میں خواتین کی شرکت کا انتظام نہیں ہے)

المعلن: **ناظم اجتماع محمد جہانگیر**

فون دفتر: 35845090-35858212،
موبائل: 0333-4273815، 0332-4353694